45

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

یکم تا 7 صفر المظفر 1436ھ/25 نومبر تا یکم دسمبر 2014ء

اس شمارے میں

تقدیر کا فیصلہ

منافقین کا کردار و انجام

گرماؤ غلاموں کا لہو......

سانحہ کوٹ رادھا کشن اور دفعہ 295-c

ہم سے ملئے کہ غمِ زیست کا عنوان ہیں ہم

میاں صاحب، حقیقی اسلامی ریاست!

بین الاقوامی اقبال کانفرنس

اگر میں چاہوں تو......

سب سے بڑا سہارا

جو شخص معاشرے کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے، اس کی غلط رسوم و روایات، عقائد و نظریات، افکار و تصورات، میلانات و رجحانات اور عزت و ذلت کے پیمانوں سے بغاوت کرتا ہے، اس پر معاشرے کا اتنا شدید دباؤ پڑتا ہے کہ وہ اس کے مقابلے میں ٹک نہیں سکتا جب تک کہ پشت پر کوئی ایسی قوت نہ ہو جو انسانوں سے زیادہ قوی، پہاڑ سے زیادہ اٹل اور زندگی سے زیادہ عزیز ہو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ مؤمن کو اس طوفانِ کشمکش میں یکہ و تنہا، اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیتا، کہ وہ حزن و غم اور احساس ناتوانی سے ہمت چھوڑ بیٹھے۔ بلکہ وہ اس کے سر پر شفقت و محبت کا ہاتھ رکھتا اور اسے یہ جاں نواز پیغام دیتا ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣٩﴾ (آلِ عمران)

''اور سُست نہ پڑو اور غمگین نہ ہو۔ تمہی اونچے ہو، اگر تم مومن ہو۔''

اس موقع پر لازماً حزن و غم کا بھی حملہ ہوتا ہے، اور احساس ناتوانی کا بھی۔ یہ ہدایت آتی ہے تاکہ مومن اس کے ذریعہ ان دونوں کا مقابلہ کرے۔ جہاں وہ اس موقع پر صبر و استقامت سے کام لے، وہیں اپنی عظمت و بلندی کے احساس سے سرشار بھی ہو، وہ سرکش قوتوں، نامعقول قدروں، جاہلی نظریوں، باطل نظاموں، بے جا رسموں، نامناسب عادتوں، ترک و اختیار کے غلط پیمانوں اور گمراہی پر متحد جتھوں سے ذرا بھی مرعوب نہ ہو، بلکہ انہیں اپنے سے فروتر سمجھے۔

اور غور کرو تو حقیقت بھی یہی ہے۔ ہر لحاظ سے بلند و برتر مؤمن ہی ہے۔ اس کا سہارا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اس کا سرچشمہ سب سے اُونچا سرچشمہ ہے۔ بھلا اسے انسانوں سے کیا سروکار؟ ساری دنیا سے کیا علاقہ؟ دنیوی قدر دانوں کی اسے کیا پروا؟ انسانی پیمانوں سے اسے کیا واسطہ؟ وہ تو اللہ ہی سے لیتا، اللہ ہی کی طرف پلٹتا، اور اللہ ہی کے راستہ پر چلتا ہے۔

نقوشِ راہ

سید قطب شہیدؒ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

آیات آفاقی میں غور وفکر کی دعوت

سُوْرَۃُ النَّحْل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 79 تا 83

اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا
وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَہَا یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ وَیَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ ۙ وَمِنۡ اَصۡوَافِہَا وَاَوۡبَارِہَا وَاَشۡعَارِہَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ۝
وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَکۡنَانًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ ؕ کَذٰلِکَ یُتِمُّ
نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ ۝ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝ یَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنۡکِرُوۡنَہَا وَاَکۡثَرُہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝

آیت ۷۹ ﴿اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ﴾ ’’کیا یہ دیکھتے نہیں پرندوں کو کہ وہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں‘ انہیں نہیں تھاما ہوا کسی نے سوائے اللہ کے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے قانون کے مطابق یہ پرندے فضا میں تیر رہے ہیں۔

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۝۷۹﴾ ’’یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہوں۔‘‘

آیت ۸۰ ﴿وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا﴾ ’’اور اللہ نے تمہارے گھروں میں تمہارے لیے سکونت کی جگہ بنائی ہے‘‘

﴿وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَہَا یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ وَیَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ ۙ﴾ ’’اور اُس نے بنا دیے تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے ایسے گھر (خیمے) جنہیں تم بہت ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ اور قیام کے دن‘‘

جانوروں کی کھالوں سے بنائے گئے خیمے بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ دورانِ سفر بھی انہیں اٹھانا آسان ہوتا ہے اور اسی طرح جب اور جہاں چاہیں انہیں آسانی سے گاڑ کر آرام دہ قیام گاہ بنائی جا سکتی ہے۔

﴿وَمِنۡ اَصۡوَافِہَا وَاَوۡبَارِہَا وَاَشۡعَارِہَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ۝۸۰﴾ ’’اور (اُس نے بنایا تمہارے لیے) اُن (بھیڑوں) کی اُون سے اور ان (اونٹوں اور بکریوں) کے بالوں سے سامان اور برتنے کی چیزیں ایک خاص وقت تک کے لیے۔‘‘

قبل ازیں آیت ۵ میں جانوروں کے بالوں کی افادیت کے حوالے سے ’’دِفۡءٌ‘‘ کا لفظ استعمال ہوا تھا‘ جس میں سردی کی شدت سے بچنے کے لیے کپڑا تیار کرنے کی طرف اشارہ تھا۔ یہاں اس سلسلے میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ مختلف جانوروں کی اون اور ان کے بالوں کی صورت میں اللہ نے تمہارے لیے قدرتی ریشہ (fiber) پیدا کر دیا ہے جس سے تم لوگ کپڑے بُنتے ہو اور دوسری بہت سی مفید اشیاء بناتے ہو۔ ایک مدت تک انسان کے پاس کپڑا بنانے کے لیے جانوروں سے حاصل ہونے والے اس ریشے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ کپاس کی دریافت بہت بعد میں ہوئی۔ موجودہ زمانے میں اس مقصد کے لیے اگرچہ مصنوعی ریشے کی رنگا رنگ اقسام موجود ہیں مگر اس قدرتی ریشے کی اہمیت و افادیت سے آج بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۸۱ ﴿وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا﴾ ’’اور اللہ ہی نے بنایا تمہارے لیے اپنی پیدا کردہ چیزوں سے سایہ‘‘

اللہ نے درختوں اور بہت سی دوسری چیزوں سے سائے کا نظام وضع فرمایا ہے جو انسانی زندگی کے لیے بہت مفید ہے۔

﴿وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَکۡنَانًا﴾ ’’اور اُسی نے بنائیں تمہارے لیے پہاڑوں کے اندر پناہ گاہیں‘‘

پہاڑوں کے اندر قدرتی غاریں پائی جاتی ہیں جن میں لوگ طوفانی ہواؤں وغیرہ کی شدت سے بچنے کے لیے پناہ لے سکتے ہیں۔ پرانے زمانے میں تو اس حوالے سے ان غاروں کی بہت اہمیت تھی۔

﴿وَّجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ ؕ﴾ ’’اور بنائے تمہارے لیے ایسے لباس جو تمہیں بچاتے ہیں گرمی سے اور ایسے لباس (زرہیں) جو تمہیں بچاتے ہیں تمہاری لڑائی میں‘‘

﴿کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ ۝۸۱﴾ ’’اسی طرح وہ اتمام فرماتا ہے اپنی نعمت کا تم پر تاکہ تم اطاعت کی روش اختیار کرو۔‘‘

جیسا کہ قبل ازیں بھی اشارہ کیا گیا ہے‘ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر کی تکرار بہت زیادہ ہے۔ (مزید ملاحظہ ہوں آیات ۱۸‘ ۵۳‘ ۷۱‘ ۷۲‘ ۸۳ اور ۱۱۴)۔

آیت ۸۲ ﴿فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝۸۲﴾ ’’تو (اے نبی ﷺ!) اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو آپ پر تو صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔‘‘

آیت ۸۳ ﴿یَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنۡکِرُوۡنَہَا وَاَکۡثَرُہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝۸۳﴾ ’’یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں‘ پھر منکر ہو جاتے ہیں اور ان میں اکثر ناشکرے ہیں۔‘‘

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

تقدیر کا فیصلہ

اللہ ربّ العزت نے انبیاء اور رُسل کو واضح بیّن اور روشن نشانیاں دے کر دنیا میں بھیجا۔ یہ نشانیاں ہر خاص و عام کو سر کی آنکھوں سے بآسانی نظر آتی تھیں۔ ان نشانیوں کو پیغمبروں کے معجزات کہا جاتا ہے۔ معجزہ کا حقیقی مفہوم ہے ایسا ماورائے عقل کام جو نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کی اجتماعی دانش کو بھی عاجز کر دے۔ معجزہ کی پشت پر نہ مادی سائنس ہوتی ہے اور نہ اُسے مادی وسائل کی مدد درکار ہوتی ہے۔ عصائے موسیٰ کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے ہیں تاکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر ایک کو اپنا چشمہ میسر آ جائے۔ اسی عصا کی ضرب جب دریا پر پڑتی ہے تو دریا میں پانی کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے بیچ دریا راستہ بن جاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنی آنکھوں سے ایک اونٹنی کو پہاڑ کی کوکھ سے جنم لیتے دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور مادر زاد اندھے کو بینائی کی نعمت سے نوازا۔ لیکن ان تمام معجزات پر مکان و زمان کی قید لگی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شق القمر کا واقعہ ہوا۔ چاند کا دو حصوں میں بٹ جانا چونکہ آسمان پر ہونے والا ایک واقعہ تھا لہٰذا یہ مقام کی قید سے آزاد تھا اور دنیا کے کسی بھی ایسے حصہ میں دیکھا جا سکتا تھا جہاں آسمانِ دنیا پر چاند نظر آ رہا تھا۔ تاریخ میں ایسے مستند اور قابل یقین شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی یہ نظارہ دیکھا گیا۔

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجنے کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رکھا جب تک اللہ کی ربوبیت، کائنات کی حقانیت اور آخرت کی حتمیت پر یقینِ محکم کے لئے انسان کو معجزے دکھانے کی ضرورت تھی اور انسان عام اشیاء کو اُتنا ہی جانتا اور سمجھتا تھا جتنی اور جیسی اُسے ننگی آنکھ سے نظر آتی تھیں یا اپنے ماحول سے وہ اخذ کر سکتا تھا۔ مثلاً اُس دور کے آدمی کو زمین کے گول ہونے کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اُس دور کا حکیم انسان کے اندر قائم نظام کو اُس طرح نہیں سمجھ سکتا تھا جیسے آج کا سرجن اُس نظام کو دیکھتا ہے اور حیرت و تحسین سے سر دھنتا ہے۔ (کسی کے ہاتھ میں شفا کا ہونا اور نہ ہونا بالکل الگ بات ہے)۔ اگر اُس دور میں کسی سے کہا جاتا کہ تم نے اپنے والدین کی شادی کا منظر دیکھا ہے تو وہ اُسے گالی سمجھ کر مرنے مارنے پر اُتر آتا۔ آج کا بچہ بلکہ نوجوان اپنے والد کو نکاح نامہ پر دستخط کرتے اپنی آنکھوں سے ٹیلی ویژن سکرین پر دیکھ سکتا ہے۔ اُس دور کا انسان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ زمینی لحاظ سے ہزاروں میل کے فاصلے کے مکین نہ صرف محوِ گفتگو ہو سکتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھ سکتے ہیں جیسے کوئی چند گز دور بیٹھا ہو۔ آج آپ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ سے دس سال پرانی اپنی یا کسی کی گفتگو اس طرح دوبارہ سن سکتے ہیں کہ اُس میں زیر زبر کا فرق نہ آئے۔

خلائی دور میں داخل ہونے کے بعد انسان کے سامنے ایسے ایسے حقائق آئے ہیں کہ وہ اس کائنات کی عظمت اور اس میں قائم کردہ ایک زبردست نظام کا ذہنی طور پر قائل ہو گیا ہے۔ کوئی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے تو بات الگ ہے وگرنہ اکثر سائنس دان اور ماہرین اس خلاقی پر اش اش کرتے ہیں۔ آج کے انسان کو صرف

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 صفر المظفر 1436ھ — جلد 23
25 نومبر تا یکم دسمبر 2014ء — شمارہ 45

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دیانت دار اور حقیقت کو تسلیم کرنے والا ہونا چاہئے تو وہ جان لے گا کہ ایسا بے مثل نظام نہ خود بخود قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی خود بخود چل سکتا ہے جب تک اُس کا کوئی خالق اور نگران نہ ہو۔ انسان عقل اور سوچ سے اس نتیجہ پر بھی پہنچ سکتا ہے کہ ایسا باکمال، بے مثل نظام اور وسیع وعریض سلسلہ صرف Unity of Command سے چل سکتا ہے۔ یعنی ہماری عقل بھی ہمیں توحید کا راستہ دکھاتی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان یہ راستہ دیکھنا چاہتا ہے یا جان بوجھ کر اندھا بنا رہتا ہے۔ سائنس اب اس نتیجہ پر بھی پہنچ چکی ہے کہ اس کائنات کا ایک خاتمہ بھی ہے، یعنی قیامت کی قائل بھی ہوچکی ہے۔ اگر آج کا انسان چالیس پچاس سال پرانی یادیں پردۂ سکرین پر تازہ کرسکتا ہے تو انسان کا خالق اُسے اُس کی ساری زندگی کی فلم کیوں نہیں دکھا سکتا؟ اور پھر یقیناً ارشادِ ربانی ہوگا کہ آج تو اپنا فیصلہ خود کر! اگر ہمارا کمپیوٹر بٹن دبانے سے تمام یادداشتیں، تمام حساب کتاب اور ہر قسم کے کوائف نکال باہر کرسکتا ہے تو خالق کا سپر کمپیوٹر کائنات کی ساری کہانی کیوں نہیں دہرا سکے گا؟ اگر ذہن تعصب اور اختیاری جہالت سے مجبور نہیں تو وہ تسلیم کرے گا کہ آخرت میں احتساب اور جزاوسزا جہاں ایمان بالغیب کا حصہ ہے وہاں بعید از عقل بھی نہیں۔ انسان کی ایک مجبوری اور بھی ہے، وہ یہ کہ اس دنیا میں لاکھوں انسانوں کے قاتل کو زیادہ سے زیادہ سزا موت ہی دی جاسکتی ہے اور اسی طرح جزا بھی محدود ہی دی جاسکتی ہے۔ مکمل جزاوسزا ممکن نہیں، لہٰذا عدل کا منطقی تقاضا ہے کہ کوئی ایسی عدالت ہونی چاہئے جو بمطابق جرم سزا دینے اور کارگزاری کے مطابق ایوارڈ دینے کا اختیار رکھتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان دنیوی علوم سے بے بہرہ تھا اُسے آسمانی ذریعہ یعنی وحی سے بتایا گیا کہ تمہارا ایک خالق ہے، تمہارا اور کائنات کا مقدر موت ہے اور آخرت میں جزاوسزا کا نظام ہے۔ لیکن جب انسان عقلی طور پر جوان ہوگیا بلکہ چھلانگیں لگانے لگا تب بھی اُسے صرف عقل اور دنیوی علوم کے سہارے چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی رہنمائی کے لئے آخری نبی اور رسول ﷺ کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو زمان ومکان کی قید سے آزاد تھا، یعنی قرآن پاک۔ پھر اُس کے متن کے محفوظ رہنے کا بھی ڈنکے کی چوٹ اعلان کردیا گیا۔ صرف وحی کا سلسلہ منقطع ہوا۔ یہ اُس مالک کے غفور ورحیم ہونے کا تقاضا تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ عیار انسان کسی عذر کا سہارا لے۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ کی یہ کتاب ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے؟ یہ کہ: (i) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے اور اُس کی ذات وصفات میں کوئی کسی بھی درجہ میں شریک نہیں (ii) آخرت لازماً قائم ہوگی اور جزاوسزا میں صرف اللہ واحد فیصلہ کن اور فیصلہ ساز ہستی ہوگی۔ (iii) اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اطاعت لازم ہوگی اور اُس کی نبوت ورسالت تا قیامت قائم ودائم رہے گی۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے پاس عقلی ونقلی سطح پر کوئی جواز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے احکامات سے انحراف کریں یا ہم رسول ﷺ کی اطاعت سے گریز کے راستے نکالیں۔ ہمیں خاص طور پر آج کے دور میں اُس شیطانی حملے سے محفوظ رہنا ہوگا جو بعض عملیت پسند دانشوروں کے ذریعے ہم پر ہو رہا ہے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کے فلاں فلاں احکامات وقتی اور عارضی تھے یا فلاں سنتِ رسول ؐ درحقیقت اُس دور کے کلچر کا حصہ ہے اور آج ہم پر لازم نہیں کہ اُس کلچر کو بھی اپنائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ شیاطین انس اگر ہمارا تعلق اور رشتہ سنتِ رسول سے کاٹنے میں کامیاب ہوگئے تو ہم رسول ؐ سے ہی کٹ جائیں گے اور رسول ؐ سے کٹ جانے والا بدقسمت انسان دربارِ خداوندی میں بھی بدترین عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہ قرآنی تعلیمات کا مغز اور حاصل ہے۔

اللہ نے دین کے لئے جدوجہد کرنے کو اپنی مدد قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول کی اہم ترین سنت اللہ کے دین کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کائنات اور مقصودِ کائنات یعنی انسان کے لئے بننے والا دنیوی نظام ہم آہنگ نہیں ہوجاتے، امن قائم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نیکی کا نچوڑ، تقویٰ کا حاصل اور اللہ کی رضا کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ وہ نظام قائم کیا جائے یا اُسے قائم کرنے کی کوشش کی جائے جو اللہ اور رسول ؐ نے انسانوں کو اپنی آخری کتاب میں فراہم کیا ہے۔ انفرادی نیکی عادلانہ نظامِ اجتماعی کے قیام کے لئے یقیناً اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے جتنی اکھاڑے میں اُترنے والے پہلوان کے لئے جسمانی ورزش اور اچھی خوراک، لیکن اکھاڑے میں اُترے بغیر دشمن کو زیر نہیں کیا جاسکتا۔ غارِ حرا، دارِ ارقم اور شب بھر کی سجدہ ریزی نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو یہ قوت بخشی کہ اُنہوں نے بدر وحنین میں جزیرہ نمائے عرب کی کایا پلٹ دی، یہ لازم وملزوم ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمت مسلمہ خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کے اچھے اور نیک لوگ باہم جڑ جائیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اپنے سر پر مسلط باطل نظام کے خلاف جہاد کے لئے میدان میں نکلیں، وگرنہ ہمارے حکمران اور مقتدر قوتیں کافر قوتوں کی ڈکٹیشن پر جس طرح اسلامی نظام زندگی سے انحراف کر رہی ہیں اُس میں گندم کے ساتھ گھن کے پس جانے کا بھرپور احتمال ہے۔ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔ سوچتے رہ جانے سے یا دوسروں کے انتظار میں پانی سر سے نہ گزر جائے۔ یا پھر یہ کہ کوئی ہمیں بتائے کہ فوز وفلاح کا کوئی اور راستہ بھی ہے۔ وگرنہ اسی ناگزیر راستے کو اپنانا ہوگا۔ یہی تقدیر کا فیصلہ ہے، یہی سنتِ رسول ہے...... لہٰذا یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یاد رکھیں انفرادی نیکی اچھی مثال قائم کرسکتی ہے، لیکن بزور بازو معاشرے کا قبلہ درست نہیں کرسکتی، جبکہ اجتماعی سطح پر قائم عادلانہ نظام فرد کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے اور اُسے مجبور بھی کرسکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

منافقین کا کردار اور انجام

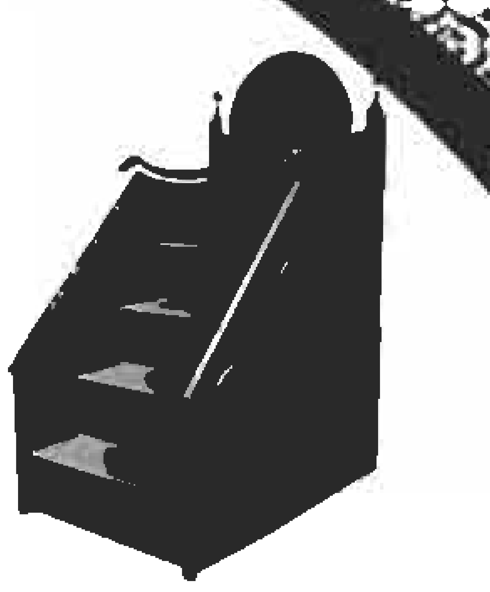

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 14 نومبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: محبوب الحق عاجز

حضرات! سورۃ المنافقون ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ لیکن آج جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں یہ سورۃ النساء کی ہیں۔ منافقت کا مضمون سورۃ المنافقون میں بہت جامع انداز میں آیا ہے۔ لیکن یہ تفصیلی انداز میں سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ ایک اصول ہے کہ "اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا"۔ یعنی ''قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی تفسیر کرتا ہے''۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ ہم سورۃ النساء کا متعلقہ رکوع پڑھ لیں جس میں منافقت ہی کا موضوع زیر گفتگو ہے۔ منافقت کیا ہے؟ پچھلی بار ہم یہ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ یہ امر واضح ہے کہ منافقین کی تکفیر نہیں ہوتی، کیونکہ یہ لوگ اسلام کے بنیادی عقائد کا زبان سے اقرار کر رہے ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں اسلام اور غیر اسلام کا دارومدار زبانی اقرار پر ہی ہوتا ہے۔

ایک شخص جب کلمہ پڑھ رہا اور اسلام کے بنیادی اعتقادات کا اقرار کر رہا ہو، تو اُس کا عملی رویہ خواہ کچھ بھی ہو اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ کافر وہ شخص ہوگا جو تمام بنیادی ایمانیات یا ایمانیات میں سے کسی ایک جزو کا انکار کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تاریخ میں گمراہ فرقے تو بہت سے آئے ہیں، لیکن ان کی تکفیر نہیں کی گئی۔ اُن کی گمراہی اپنی جگہ، مگر تکفیر صرف ان کی ہوگی جو اسلام کے بنیادی اعتقادات میں سے کسی کا انکار کر دیں، جیسے قادیانیوں کی تکفیر ہوئی۔ ختم نبوت کا عقیدہ یعنی نبی اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، اُمت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ اِس بارے میں قرآن مجید کی آیات اور صحیح احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾(الاحزاب:40) ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اُس کو ختم کر دینے والے) ہیں۔'' اسی طرح آپ کا فرمان عالیشان ہے: ((اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ)) یعنی ''میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' آپؐ پوری نوع انسانی کے لیے اب اور نذیر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ قادیانی حضور ﷺ کو نبی مانتے ہیں، لیکن آپؐ کے بعد کسی اور کو بھی نبی مانتے ہیں۔ تو یہ رسالت پر ایمان کی نفی ہے۔ نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان میں یہ چیز شامل ہے کہ آپؐ کو اللہ کا آخری نبی اور رسول مانا جائے۔ لہٰذا قادیانیوں کی تکفیر کی گئی۔ قادیانی قانونی طور پر غیر مسلم قرار پانے سے پہلے اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ بھی لکھتے تھے جس سے عام آدمی دھوکہ کھا جاتا تھا۔ الحمد للہ، اب انہیں روک دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ یہاں پر حقیقی اسلامی حکومت نہیں ہے، لہٰذا وہ اندر ہی اندر پھل پھول رہے ہیں، اور ہر طرح کی سازشیں کر رہے ہیں۔ بانی محترمؒ نے یہ تجویز کیا تھا کہ اگر آئندہ کوئی مسلمان قادیانیت قبول کرے تو اس پر مرتد کی سزا نافذ کی جائے یہ سزا قتل ہے۔ اگر یہ سزا نافذ ہو جاتی تو پھر اس گمراہی کا راستہ رک جاتا۔

تو بات ہو رہی تھی منافقین کی۔ اگرچہ دنیا میں منافقین کی تکفیر نہیں ہوتی، لیکن ان کی حرکتیں اللہ کو سخت ناراض کر دینے والی ہیں کہ وہ اسلام سے وفاداری کی بجائے اسلام سے غداری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہوگا۔ یہ لوگ مسلمانوں کی صفوں میں آستین کے سانپ کی مانند ہیں۔ ان کے رویوں کی نشاندہی سورۃ النساء کے علاوہ دیگر سورتوں میں بھی کی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت 60 میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ فیصلے کرانے کے لئے طاغوت کی عدالت میں جاتے ہیں۔ یہاں طاغوت سے یہود کی عدالت مراد ہے۔ مدینہ میں منافقین کے زیادہ روابط یہود کے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہود کی عدالت میں تو رشوت بھی چلتی تھی۔ چنانچہ منافقین اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لئے اپنے مقدمات یہود کی عدالت میں لے جاتے تھے۔ قرآن نے اس رویہ پر سخت گرفت کی: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ؕ﴾(النساء:60) ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں۔'' وجہ یہ تھی کہ ان کے اندر نفاق کا مرض آ چکا تھا۔ اسی طرح اس سورت کے دسویں رکوع کا مرکزی مضمون نفاق ہے۔

منافقین کی روش یہ تھی کہ جہاد کے موقع پر نکلتے وقت ضرور دیر کرتے تھے۔ یہ رویہ بھی نفاق کا مظہر ہے۔ یہ چیز جس کے اندر ہو، اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ یہ اس بات کی بہت بڑی علامت ہے کہ آدمی کے اندر ایمان نہیں ہے، منافقت ہے۔ یہ پورا رکوع اس پر ہے۔ میں نے صرف اشارہ کیا ہے۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں یہ تو مسلسل منافقین ہی سے بحث کر رہی ہیں۔ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾

''مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں ﷺ) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ۔''

یہاں دیکھئے، بظاہر بڑی عجیب بات ہے کہ اہل ایمان کو ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اگر کہا جاتا کہ اے یہودیو، اے ہندوؤ، اے عیسائیو ایمان لاؤ، تو بات بآسانی سمجھ میں آ سکتی تھی، لیکن اہل ایمان سے ایمان کا کہا جا رہا ہے۔ مومنوں سے ایمان لانے کا مطالبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو تمہارا زبانی اقرار ہے جس کی بنیاد پر تم مسلمان ہو، اُس کو یقین میں بدلو۔ تم حضور ﷺ کے ساتھ نماز بھی پڑھتے ہو، کبھی کبھی جہاد کے لیے بھی نکلتے ہو۔ لیکن جو ایمان مطلوب ہے وہ تمہارے اندر نہیں ہے۔ وہ تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے ختم ہو رہا ہے۔ لہٰذا پختہ یقین رکھو اللہ پر اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو نازل کی گئی ہے محمد رسول ﷺ پر اور ان کتابوں پر بھی جو سابقہ رسولوں پر نازل ہوئی تھیں۔

آگے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا۝﴾ (النساء:136)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے، وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔''

آگے ایمان سے نفاق کے سفر کا بیان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾

''جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے''

اس آیت کا حوالہ پہلے بھی دیا جا چکا ہے۔ یہ جن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ ایسے لوگ نہیں تھے کہ علانیہ کفر کر رہے ہوں اور پھر مسلمان ہو رہے ہوں۔ پھر کفر کر رہے ہوں۔ یہ سارا ایمان و انکار کا ذکر دراصل باطنی کیفیت کا بیان ہے۔ جب پہلے ایمان لائے تھے تو اس یقین کے ساتھ لائے تھے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اب ان کی اطاعت سے جان چھڑا رہے ہیں۔ قربانی دینے کا مرحلہ آتا ہے تو بہانے بنا کر رک جاتے ہیں۔ اور بار بار بہانے بنانے پر جب اعتبار اٹھ گیا ہے تو اب جھوٹی قسمیں کھانی شروع کر دی ہیں۔ یہ اندر سے اب پسپائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو رب نہیں مانا، محمد ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانا۔ اب یہ اُن کا ایمان محض نوک زبان پر ہے۔ ورنہ اندر سے کفر میں داخل ہیں۔ بس کلمے کی پروٹیکشن حاصل کر رکھی ہے۔ اِسے ڈھال بنا رکھا ہے۔ یعنی شروع میں یہ ہوتا ہے کہ انسان کا دل بھی ملامت کرتا ہے، اور ساتھی بھی توجہ دلاتے ہیں کہ جو طرز عمل تم اختیار کر رہے ہو یہ ایمان کے منافی ہے۔ یہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور تم اس کو اس طریقے سے نظر انداز کر رہے ہو۔ اِس سے تھوڑی سی ہمت ہوتی ہے اور آدمی اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر کوئی مشکل مہم آ جائے تو آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اور جھوٹا بہانہ بنا کر رک جاتا ہے، قسمیں کھانے لگتا ہے۔ تو یہ اندر کی کشمکش کی طرف اشارہ ہے۔

﴿ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا۝﴾ (النساء:137)

''پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کو اللہ نہیں بخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔''

ٹھیک ہے، وہ کلمہ پڑھ رہے ہیں، انہیں کافر نہیں کہا جا رہا ہے۔ لیکن حرکتیں تو اُن کی وہی کافروں والی ہیں۔ وہ اللہ کو تو دھوکا نہیں دے سکتے۔ دنیا میں مسلمان کہلائیں گے لیکن اگر یہاں توبہ نہیں کی اور صراط مستقیم پر نہیں آئے تو پھر انجام بہت بھیانک ہو گا جو آگے بیان ہو رہا ہے۔ جب کوئی شخص اس رویے میں آگے بڑھتا چلا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کی دوستیاں پھر اسلام دشمن لوگوں کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ قرآن بار بار بتاتا ہے کہ یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (البقرہ:120) ''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کر لو۔'' یہ تم سے راضی ہو ہی نہیں سکتے، جب تک کہ تم اپنا دین چھوڑ کر پورے طور پر ان کی ملت کی پیروی نہ کرو۔ کیا اس کے باوجود تم نے یہ سمجھا ہے یہ لوگ ایمان لے آئیں گے۔ بہر حال منافقین جو کفر ہی میں آگے بڑھتے چلے گئے، اُن کا انجام یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ نہ وہ انہیں ہدایت دینے والا ہے۔ انہیں بار بار سمجھایا گیا، بار بار وارننگ دی گئی ہے، بار بار مواقع عطا کئے گئے ہیں۔ لیکن انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اب وہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ جہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہے۔ لہٰذا اللہ نے ان کے دل پر مہر لگا دی ہے۔ اب یہ راہ یاب نہ ہوں گے۔

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۝ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء:138)

''(اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دو رخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔''

مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنانا کوئی چھوٹا جرم نہیں ہے۔ یہ سیدھی سیدھی اللہ سے بغاوت ہے۔ سچے مسلمان حزب اللہ ہیں اور منافق حزب اللہ کو چھوڑ کر حزب الشیطان کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ انہیں آپ عذاب الیم کی بشارت سنا دیجئے۔ اللہ ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

اگر ان آیات کی روشنی میں ہم 57 اسلامی ممالک کا جائزہ لیں کہ ان کی وفاداری کس کے ساتھ ہے؟ تو صورتحال بالکل واضح طور پر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ مسلمان حکمرانوں کے رویے اور اقدامات کے لئے ان کے پاس سو بہانے ہوں گے۔ پرویز مشرف نے نائن الیون کے بعد امریکہ کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ کون نہیں جانتا کہ یہ شریعت کے تحت قائم شدہ اسلامی ریاست کو ختم کرنے کی جنگ تھی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمران نے اس میں کفار کا ساتھ دیا، اور کفر کے عالمی

جتھے کی ہر طرح سے سپورٹ کی۔ کیا یہ کافروں کو دوست بنانے والی بات نہ تھی؟ کیا ہم مومنوں کے مقابلے میں کفار کی صف میں کھڑے نہ ہوئے؟ ستم ظریفی یہ ہے کہ کفار کی اس حمایت پر پوری قوم خاموش رہی۔ پرویز مشرف نے جب اتحاد کرلیا تو قوم کے سامنے اس یوٹرن کے کئی فوائد گنوائے۔ ہمیں معاشی استحکام حاصل ہوگا۔ ہماری کشمیر پالیسی کو فائدہ ہوگا۔ ہمارے نیوکلیئر اثاثے محفوظ ہو جائیں گے۔ اس خطے میں ہماری اہمیت بڑھ جائے گی۔ امریکہ کی نگاہوں میں ہم بھارت سے بہتر مقام حاصل کرلیں گے۔ اس پر والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس کے منہ پر کہہ دیا تھا کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ سے کھلی بغاوت ہوگی، اور اس وقت جو فوائد آپ نے گنوائے ہیں، ان سب سے آپ کو محروم ہونا پڑے گا۔ پھر یہی ہوا۔ جن فوائد کا مژدہ سنایا گیا تھا، وہ مزعومہ ثابت ہوئے۔ آج اسی امریکہ کے ہاتھ سے ہم جوتے کھا رہے ہیں۔

﴿اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَہُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا o﴾ (النساء:139)

''کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔''

کیا یہ ان کی گڈ بکس میں آنا چاہتے ہیں اور ان کے دامن سے وابستہ ہو کر اپنی عزت افزائی چاہتے ہیں۔

﴿وَقَدۡ نَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِہَا وَ یُسۡتَہۡزَاُ بِہَا﴾

''اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے۔''

جیسا کہ آج کل کے نام نہاد دانش دانشوروں کی دانش کا حاصل یہ ہے کہ بڑے ہی ملفوف انداز میں اسلام، قرآن اور سچے مسلمانوں پر تنقید کی جائے، اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جائے۔ جب اس طرح کی صورت ہو تو حکم ہے کہ

﴿فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖۤ ۫ اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُہُمۡ﴾

''ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ یہاں تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔''

اُن کے پاس بیٹھنا تمہارے ایمان کے منافی اور غیرت ایمانی کے خلاف ہے۔ یہ وارننگ ہے کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ کہتے ہیں کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ہم رواداری کے نام پر ان کے ساتھ بیٹھیں، ان کے ساتھ خوش گپیاں بھی لگائیں، ان کی باتیں سنیں اور برداشت کریں اور اپنے آپ کو ''روشن خیال'' اور ''روادار ثابت'' کریں، تو اس کا بالآخر اثر منفی ہوگا۔ آج بے شک ہماری سوچ درست ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ ہم بھی اسی رخ پر چلے جائیں گے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا o﴾ (النساء:140)

''کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

ہمارے سابق فوجی آمر نے یہ کہا تھا کہ کیا میں چوری کی سزا نافذ کر کے اپنی قوم کو ٹنڈا بنادوں۔ اسی آمر نے یہود و نصاریٰ کے فرنٹ لائن الائی کا کردار ادا کیا۔ وہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی ہے۔ تو دنیا میں اس طرح کے لوگ مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں، لیکن آخرت میں اُن کا انجام کافروں کے ساتھ ہوگا۔ یہ دنیا میں تو انسانوں کو دھوکا دے سکتے ہیں، لیکن اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے۔

آگے منافقین کی ایک اور کیفیت کا بیان ہے:

﴿نِ الَّذِیۡنَ یَتَرَبَّصُوۡنَ بِکُمۡ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ فَتۡحٌ مِّنَ اللّٰہِ قَالُوۡۤا اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ ۫ۖ وَ اِنۡ کَانَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نَصِیۡبٌ ۙ قَالُوۡۤا اَلَمۡ نَسۡتَحۡوِذۡ عَلَیۡکُمۡ وَ نَمۡنَعۡکُمۡ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾

''جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تمہیں مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں۔''

یعنی کیا ہم نے تمہارے مفادات کا تحفظ نہیں کیا۔ گویا وہ اپنی تمام خدمات کا اظہار کریں گے۔

﴿فَاللّٰہُ یَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَ لَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا o﴾ (النساء:141)

''تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔''

یعنی فیصلہ کن غلبہ بالآخر اسلام ہی کا ہوگا۔ یوں گویا صحابہ کرامؓ کو بشارت دے گئی کہ معرکہ حق و باطل میں اونچ نیچ ہوتی رہے گی لیکن یقین رکھو کہ بالآخر فتح و کامرانی اسلام ہی کا مقدر ہوگی۔ آگے منافقین کی روش پر تبصرہ ہے کہ:

﴿اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ وَ ہُوَ خَادِعُہُمۡ﴾

''منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے''

جب انہوں نے یہ روش اختیار کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے۔ وہ حزب الشیطان کے پلڑے میں وزن ڈال کر اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے، حقیقت میں وہ خود کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اصل میں اِن کی مت ماری گئی ہے۔ ان سے زیادہ احمق کوئی نہیں ہے۔

﴿وَ اِذَا قَامُوۡۤا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوۡا کُسَالٰی﴾

''اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر۔''

آج مسلمانوں کا خیال ہے کہ نماز نہ بھی پڑھو، پھر بھی اسلام اور ایمان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں جو شخص نماز نہیں پڑھتا تھا اس کے اسلام پر شک کیا جاتا تھا کہ یہ تو مومن ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو مسلمانوں کی صفوں میں شامل رکھنے کے لیے منافقین کو بھی نماز پڑھنی پڑتی تھی لیکن اِس کے لئے وہ آتے بڑی کسل مندی کے ساتھ تھے۔ ظاہر ہے کہ جب اندر ایمان ہی نہیں ہے تو یہ وقت ان پر بہت بھاری گزرتا ہوگا۔

﴿یُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَ لَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا o﴾ (النساء:142)

''(صرف) لوگوں کے دکھانے کو اور وہ اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔''

منافقین کا حال یہ ہے کہ

﴿مُّذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ ٭ۖ لَاۤ اِلٰی ہٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰی ہٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ سَبِیۡلًا o﴾ (النساء:143)

''بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف اور جس کو اللہ بھٹکائے تو اس کے لئے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے۔''

یہ تذبذب کی کیفیت گمراہی کی طرف لے جانے والی ہے اور جس کی گمراہی پر اللہ تعالیٰ مہر ثبت کردے تم اس کو ہرگز راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ (باقی صفحہ 18 پر)

گرماؤ غلاموں کا لہو......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دی جرنلا ٹلی کی رپورٹ کے مطابق امریکا یورپ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ عریانی، فحاشی، بے حیائی سے بیزار ہو کر نوجوان اسلام کی طرف لپک رہے ہیں۔ اسلام مخالف پروپیگنڈے کا بھی یہ نفسیاتی اثر ہے! جس چیز سے روکا جاتا ہے، اس کا تجسس بڑھ جاتا ہے۔ اسلام سے قریب آتے ہی اس کی سادگی، دین فطرت ہونے کی بنا پر اس کا فطری حسن اور ٹھنڈک، روح کی جنم جنم کی پیاس کا ازالہ اسی میں مضمر ہے! موجودہ مغربی تہذیب بوزنوں (بندروں/ڈارونی تصورِ حیات) کی طراوت کا تو ساماں فراواں رکھتی ہے۔ ابن آدم اور اشرف المخلوق کی رمق بھی جس فرد میں موجود ہو وہ خلفشار و انتشار کا شکار رہے گا تا آنکہ اسلام کے چشمۂ صافی تک رسائی ہو جائے۔

یادش بخیر۔۔۔ وہ ایک عیسائی خاتون (امریکن) جسے شادی کے فوراً بعد اس کے مسلمان شوہر نے ہماری قرآن کلاس میں بھیجا، وہ شانِ بے نیازی سے آتی، سنتی اور چلی جاتی۔ ہم نے اسے خصوصی ہدف بھی نہ بنایا۔ زیادہ کریدا بھی نہیں۔ اپنی روٹین کے مطابق پڑھتے رہے۔ قرآن سے شغف، محبت رکھنے والی ہر رنگ نسل کی مسلمان خواتین کا یہ چھوٹا سا گروپ نیویارک میں ہر ہفتے یکجا ہوتا تھا۔ دو ڈھائی ماہ یہ سلسلہ یوں چلا کہ وہ باقاعدہ شرکت کرتی رہی اور پھر دو ہفتے غائب رہی۔ ہم نے سمجھا کہ بس رخصت ہو گئی۔ تاہم وہ لوٹی اور آ کر مجھ سے یہ کہتی ہوئی لپٹ گئی کہ قرآن کا پیغام اتنا دلنشین ہے کہ مزاحمت ممکن نہیں Irresistable ہے۔ میں نے اسلام کو دل دے دیا۔ وہ سرتاپا حجاب میں تھی۔ اور بفضلہ تعالیٰ یہ ایک واقعہ نہ تھا۔۔۔! آج یہ تہذیب خودکشی کے دہانے پر ہے، اقبالؒ کی پیشین گوئی کے عین مطابق۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا!

اندازہ کیجیے، مغرب کا معاشرتی بحران کہاں تک جا پہنچا۔ شادی/نکاح کا جھنجٹ ختم ہو چکا۔ اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ طلاق کے قوانین کا ایک انتہا سے نکل کر دوسری انتہا پر چلے جانا ہے۔ عورت کو تحفظ دیتے دیتے طلاق اتنی مہنگی اتنی بھاری کر دی گئی کہ امریکی مرد چلا اٹھا، بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔۔۔ معاصر تاریخ کی مہنگی ترین طلاق کا تاوان 68 سالہ بارولڈ بام پر پڑا ہے جو اپنی مطلقہ کو ایک ارب ڈالر ادا کرے گا۔ 22 ملین ادا کر چکا ہے!)

یوں بھی عورت اتنی ارزاں، اتنی عریاں، اتنی ٹکے میں سینکڑہ کے حساب دستیاب ہے کہ کشش کھو بیٹھی ہے۔ مرد کا ہر میدان میں مقابلہ کرتی، مسلز (پٹھے) بناتی، گھرداری وفاداری سے نابلد شوہر کے لیے بیوی کا نسوانی پرکشش کردار کھو چکی ہے۔ گھر اور خاندان کا وجود ایک مرد اور ایک عورت کا مرہون منت ہے۔ جس گھر میں ایک مکمل مرد اور ایک مساواتی مرد نما عورت ہو وہ خاک گھر پیارا گھر ہو گا۔ شاید یہ بھی ان وجوہات میں سے ایک ہے کہ امریکی مرد پورے نظام سے بغاوت کر کے بحر مردار تلے دبی عذاب رسیدہ سدومی تہذیب اٹھا لایا ہے۔ یہ مغربی عورت کے منہ پر طمانچہ ہے۔ چند ڈالر نوعیت کی جوڈو کراٹے ماہر، اعصاب شکن، ہڈی جوڑ شکن حسینہ بیاہ لائے اور پھر لاکھوں ڈالر کی طلاق کا بھگتان کون دیتا پھرے!

مغربی معاشرے قابل رحم حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ مگر کیا کیجیے کہ ؏ اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے۔ تریاق، دکھوں کا مداوا اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والوں کے لیے نور کی کرنیں تو ہمارے پاس تھیں۔ ہمارے مرعوبیت زدہ غلام دماغوں نے نہ خود اس سے کماحقہ استفادہ کیا نہ دنیا تک اسے پہنچایا۔ اللہ کے ہاں ہمارا جرم دوہرا ہے۔ مغرب ہر محاذ پر اسلام سے شکست کھا رہا ہے۔ ہمارا مغرب پرست (نفس پرست) دانشور، میڈیا، سیاست کار اب بھی اسی کے گن گاتا، اس کی عظمت کے پھریرے لہراتا پھر رہا ہے۔

افغانستان سے پہلے امریکا اور اب برطانوی افواج کا انخلاء ہوا ہے۔ برطانیہ تو خوگیانی میں پہلی شرمناک ہزیمت کے بعد، جس میں برطانیۂ عظمیٰ کا پورا لشکر افغانوں کی بھینٹ چڑھ گیا تھا، اب دوسری مرتبہ اسی سوراخ سے ڈسا گیا ہے۔ یادش بخیر امریکا گھن گرج سے تکبر سے پھنکارتا افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا 7 اکتوبر 2001ء میں۔ بحری، بری، فضائی افواج اور موجودہ ٹیکنالوجی کے ناقابل یقین آلات حرب وضرب سے لیس تھا۔ مقابل دنیا کی کمزور ترین (حربی قوت کے تناسب سے) قوم تھی۔ لیکن کیا دنیا میں اس سے بڑی بریکنگ نیوز کوئی ہونی چاہیے تھی کہ 13 طویل برس میں 49 ممالک کا یہ اکٹھ مکمل شکست، ہزیمت کے بعد یکے بعد دیگرے اپنے تابوت اور پیمپر اٹھائے لوٹنے پر مجبور ہو گیا؟ یہ پوری امت کے لیے ایک تاریخ ساز دن تھا۔ جسے کسی نے منانے کی جرأت نہ کی کیونکہ سمیت پاکستان کے، پوری امت ہی ہارے ہوئے صلیبی لشکر کا حصہ تھی! اب بھی اسی کی فدوی ہے!

مغرب کا نوجوان زیادہ زیرک، آزاد اور ہوش مند ہے جو قرآن کے پیغام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ جہادیوں کے پاس شام جانے کے راستے تلاش کر رہا ہے! ہمارا نوجوان اپنی شناخت کھوئے، شعبدہ باز سیاسی سرکسوں میں، مخلوط دھرنوں میں بہکا بھٹکا پھر رہا ہے۔ یہودی میڈیا کے طلسم سے امریکی، مغربی نوجوان تو نکلنے کی راہ جان گیا قرآن تک رسائی پا کر۔ مگر ہمارا پورا نظام تعلیم، نظام حیات قرآن سے منہ موڑے بہکنے بھٹکنے کی قسم کھائے بیٹھا ہے!

مغربی سیاست کار، حکمران اور نظام فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے کے مصداق اس عقیدے پر ایمان لایا ہوا ہے کہ اسرائیل خدا کی مرضی سے قائم ہوا تھا اور عیسائیوں پر اس کا تحفظ فرض اور مقدم ہے۔ اور یہ کہ بالآخر مسیح (جو گریٹر الدجال ہے اصلاً) گریٹر اسرائیل میں نازل ہو گا۔ لہٰذا امریکا جوتا کھا کر عراق سے بے آبرو ہو کر

نکلا تھا، ایک مرتبہ پھر اسی عراق میں پندار کا صنم کدہ ویران کیے ہوئے گھسا چلا جا رہا ہے! یہ اس کی دجالی مجبوری ہے۔ اس پر خود امریکا میں بھی تنقیدی تبصرہ جاری ہے۔

احادیث میں مذکور آخری معرکوں کے لیے میدان گرم ہو رہے ہیں۔ علماء اور دینی جماعتوں کی ذمہ داریاں دو چند ہو چکی ہیں۔ پاکستان میں امریکا اور اس کے سرگرم گماشتے ملک خداداد کو اس کی شناخت سے محروم کرنے کے درپے ہیں۔ نسل نو کو سنبھالیے۔ مخلوط تعلیم اور بے خدا نصابوں کے زہر نے تعلیمی اداروں کی فضائیں مسموم کر رکھی ہیں۔ مسلکی، سیاسی جھگڑے، باہم دگر کشاکش دور کر کے مساجد کو قرآن کی ٹھیٹھ دعوت، نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ حیات بخش مجالس کے تذکروں سے معطر کریں۔ معرکہ ہائے خراسان و ہندوستان کے خوشخبریوں بھرے تذکروں کو عام کریں۔ لو کرہ المشرکون۔۔۔ لو کرہ الکافرون! حق و باطل کو گڈمڈ کرنے، حق کو چھپانے پر جو وعیدیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں، علمائے بنی اسرائیل پر اللہ کے قہر و غضب کے تذکرے بھی، اللہ تعالیٰ ان سب سے محفوظ و مامون رکھے۔ (آمین)

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو!

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور" میں

12 / تا 14 / دسمبر 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین تربیتی کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-4562037

0333-4142971، 042-37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I`II`III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس
(مع جوابی لفافہ)
کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 35869501-3

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

کے جوابات پر مشتمل

ماہانہ پروگرام

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے اپنے سوالات
ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔

ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

☆ سوالات اپنے مکمل نام اور مقامی تنظیم و حلقہ کے حوالہ کے ساتھ بھجوائے جائیں

☆ خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 042-35869501-3/042-35856304

سانحۂ کوٹ رادھا کشن اور دفعہ 295-c

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: نذیر احمد غازی (سابق جسٹس)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: آصف حمید — مرتب: محبوب الحق عاجز

سوال : کوٹ رادھا کشن میں عیسائی جوڑے کو جلانے کا جو افسوس ناک واقعہ ہوا، اس پر آپ کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : اس واقعہ پر اظہار خیال سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ پاکستان نائن الیون سے پہلے اقلیتوں کے لئے ایک جنت تھا۔ یہاں بہت کم واقعات ایسے ہوتے تھے جن میں اقلیتوں کو کوئی نقصان ہوا ہو۔ نائن الیون کے بعد جو کچھ امریکہ اور نیٹو نے مسلمانوں کے ساتھ کیا، یہاں اس کا ایک ردعمل ہوا۔ کفار کے بہت بہیمانہ ظلم وستم کے ردعمل میں ہماری بعض تنظیم نے کچھ انتقامی کارروائیاں کیں۔ میں اگرچہ ردعمل میں بھی ایسی کارروائیوں کا قائل نہیں ہوں۔ کیونکہ ہمارا دین اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف سے ہٹ کر کوئی معاملہ کیا جائے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی بھی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ان کی عبادت گاہوں کی اسی طرح حفاظت ہوگی جس طرح ہماری مساجد کی حفاظت ہوتی ہے۔ لہٰذا ردعمل میں پُرامن غیر مسلم شہریوں کے خلاف اس قسم کی کارروائیوں کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ یہ سلسلہ پاکستان ہی میں یک دم شروع ہو گیا ہے۔ اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک دوسرے ممالک میں بھی ہوتا ہے۔ بھارت میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوتا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ حال ہی میں بھارت میں 6 پادریوں کو دوران سفر روک کر زندہ جلا دیا گیا۔ عالمی میڈیا نے مگر اس سفاکیت کو اجاگر نہیں کیا۔ جہاں تک کوٹ رادھا کشن واقعہ کا تعلق ہے، اخبارات کے مطابق ایک عیسائی جوڑا اینٹوں کے بھٹے میں کام کرتا تھا۔ وہیں پر ان کی رہائش تھی۔ ان کی رہائش گاہ کے باہر عربی میں لکھی ہوئی کچھ ایسی مقدس چیزیں (کاغذات) پائی گئیں، جنہیں جلایا گیا تھا۔ کسی شخص نے یہ جلے ہوئے کاغذات دیکھے تو اس کے کچھ ہی دیر بعد مسجد سے یہ اعلان ہو گیا کہ اس جوڑے نے قرآن پاک جلایا ہے۔ اس پر وہاں لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ لوگوں نے پہلے تو اس جوڑے پر تشدد کیا اور پھر انہیں بھٹے میں جلا دیا۔ جو لوگ بھٹوں میں کام کرتے ہیں اُن کے ساتھ نہایت نا منصفانہ سلوک ہوتا ہے۔ اُن کی حیثیت ملازم کی نہیں، بلکہ غلام کی سی ہوتی ہے۔ اگر بھٹہ کے مالک نے کسی ملازم کو ایڈوانس رقم دی ہو تو وہ اُسے باندھ کر رکھتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اُس جوڑے کا مالک کے ساتھ لین دین کا بھی تنازعہ چل رہا تھا۔ اس وجہ سے مالک نے لوگوں کو اشتعال دلا کر انہیں کو مروا دیا۔

سوال : کیا بھٹے والے کو معلوم نہیں تھا کہ وہ اگر ایسا کرے گا تو پوری دنیا کا میڈیا حرکت میں آ جائے گا۔

نذیر احمد غازی : یہ بھٹے والے کی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ مزدور جوڑے کو مارنے ہی کے درپے ہوتا تو وہ رات کو جبکہ میاں بیوی وہاں سوئے تھے کسی کو کہہ کر بڑی آسانی سے انہیں قتل کروا سکتا تھا۔ لہٰذا یہ بات جو کہی گئی ہے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ ایک اور بات بھی اس حوالے سے گردش کر رہی ہے کہ مارے جانے والے لڑکے کا والد جادو ٹونہ وغیرہ کرتا تھا۔ کچھ عرصہ قبل وہ مر گیا۔ اس کے بیٹے اور بہو کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے۔ اس کے مرنے کے بعد میاں بیوی اُس کی چیزیں جن میں تعویذات، قرآنی آیات وغیرہ شامل تھیں جلانے لگے۔ یہ دیکھ کر بھٹہ کے منشی نے انہیں منع کیا کہ ان اوراق پر قرآنی آیات ہیں، انہیں نہ جلاؤ۔ اگر لوگ دیکھ لیں گے تو ہنگامہ ہو جائے گا۔ وہاں سے ایک آدمی گزر رہا تھا۔ اس نے انہیں اوراق کو جلاتے دیکھا تو اُن سے کہا کیا تم قرآن شریف جلا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، یہ کچھ کاغذات ہیں جو ہمارا بابا چھوڑ گیا تھا، ہم وہ جلا رہے ہیں۔ اس پر اُس آدمی سے ان کی تلخی ہو گئی۔ اُس نے مسجد میں جا کر اعلان کروا دیا کہ فلاں جگہ لوگ قرآن جلا رہے ہیں۔ اعلان کے ساتھ ہی لوگ جائے وقوعہ پر اکٹھے ہو گئے، اور پولیس بھی آ گئی۔ لیکن ہنگامہ بڑھتا چلا گیا۔ لوگوں نے جوڑے کو کمرے میں بند کر دیا اور انہیں اینٹیں ماریں، جس سے دونوں قتل ہو گئے، پھر لوگوں نے انہیں اٹھا کر بھٹے میں پھینک دیا، جہاں آگ جل رہی تھی۔

ہمارے ہاں جب کبھی اس طرح کا واقعہ ہوتا ہے تو اسلام دشمن قوتیں فوراً میدان میں آ جاتی ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ آج تک توہین رسالت کے جتنے بھی کیسز سامنے آئے ہیں، ان سب میں این جی اوز ملوث رہی ہیں۔ بعد میں جب حقائق کھلتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ پیسے کا لین دین تھا۔ اب نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ پچھلے دنوں ایک ٹی وی چینل پر ایک عورت کہہ رہی تھی کہ ''ایک مولوی نے جو بہت کم پڑھا لکھا ہے کہا کہ نجران کے عیسائیوں کو نبی ﷺ نے بہت رعایتیں اور تحفظات دیئے، اور خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے انسانی حقوق کا عظیم الشان چارٹر پیش فرمایا۔'' بد بخت عورت کہنے لگی ''یہ سن سن کے ہمارے کان پک گئے ہیں۔ مولوی ہمیں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ ساتھ نبیؐ کے حسن سلوک کا احوال اور خطبہ حجۃ الوداع نہ سنائیں۔'' سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب کوئی بدبخت اس انداز سے بات کرے گا اور ایسی خباثت کا مظاہرہ کرے گا تو کیا اُس پر لوگوں میں ایک اشتعال پیدا نہ ہوگا۔ رادھا کشن جیسے واقعات صرف یہاں ہی نہیں ہو رہے بلکہ پوری دنیا میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک شخص یا چند اشخاص کا ذاتی فعل ہے۔ اس سے اسلام، عالم اسلام اور اُمت مسلمہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آئے دن لوگوں کی ذاتی لڑائیوں میں کتنے ہی لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ لوگ انتقاماً بھی ایک دوسرے کو جلا کر مار دیتے ہیں۔ کیا اُن کے اس اقدام کو کسی مذہب یا نظریہ سے جوڑا جاتا ہے؟ ہمارا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اس واقعہ کا کوئی جواز پیش کر رہے ہیں اور واقعی عیسائی جوڑے کو مار دینا چاہیے تھا۔ ہم اقدام قتل کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ قتل کی بجائے صحیح طریقہ یہ تھا کہ مزدور جوڑے کو قانون کے حوالے کیا جاتا۔ ہم قانون کی دفعہ 295 کا دفاع کرتے ہیں تو اس کی بھی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اگر آپ اسے ختم کریں گے تو پھر لوگ قانون ہاتھ میں لینا شروع کر دیں گے۔ یہ قانون اقلیتوں اور مسلمانوں دونوں کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ جو لوگ بم دھماکے کرتے ہیں وہ صرف

اقلیتوں پر نہیں کرتے بلکہ ہر جگہ دہشت گردی کرتے ہیں۔

سوال : رادھا کشن واقعہ کا مقصد کیا تھا؟ کیا اس سے مقصود اسلام کو بدنام کرنا ہے یا پھر توہین رسالت کے قانون کے خاتمہ کی سازش کرنا ہے، تا کہ ایسے واقعات کی آڑ میں اس قانون کے خلاف فضا بنائی جائے اور اس کے بعد جو جس کے منہ میں آئے بولتا جائے؟

نذیر احمد غازی : دونوں مقاصد ہو سکتے ہیں۔ 295.C کے قانون کی ضرورت واہمیت اور جواز کو ہم نے بارہا دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ہمارے ملک کی تمام عدالتیں اس قانون کے حوالے سے یہ تسلیم کرتی ہیں کہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں جو بنیادی انسانی حقوق یا آئین کے خلاف ہو۔ کچھ عرصہ پہلے قصور میں اسی طرح کا ایک واقعہ ہوا، جس میں میاں بیوی کو مار دیا گیا، یہ بے گناہ لوگوں کا قتل تھا۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ یہ ہمارا دین ہمیں انسانی جان کی حرمت اور انسانیت کی تکریم کا درس دیتا ہے۔ اسلام انسان تو کجا کسی جانور پر بھی ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔ نبی اکرم ﷺ جب اپنے دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مکہ فتح کرنے جا رہے تھے تو راستے میں ایک کتیا نے بچے دیئے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسلامی فوج اُس مقام سے اتنی دور سے ہو کر گزرے کہ کتیا ڈسٹرب نہ ہو۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ ایک عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، جس پر وہ جنت میں چلی گئی تھی۔ اسی طرح ایک عورت بلی پر ظلم کرتی تھی، اس وجہ سے وہ جہنم میں پھینک دی گئی تھی۔

ایوب بیگ مرزا : اس وقت اگرچہ پاکستان ایٹمی قوت ہونے کی وجہ سے بھی غیر مسلم قوتوں کا ٹارگٹ بنا ہوا ہے، لیکن اس طرح کے واقعات کو غلط رنگ دے کر در اصل اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ ہمارے سیکولر عناصر اس کام میں دشمنوں کی پوری مدد کر رہے ہیں۔ رادھا کشن کے اس واقعہ میں اگر عیسائی جوڑے نے فی الواقع قرآن جلایا تھا تو وہ یقیناً سزائے موت کے حقدار تھے۔ لیکن یہ سزا انہیں عوام دینے کے مجاز نہ تھے، اس کے لئے قانون کی دفعہ موجود ہے۔ عوام کا کام یہ تھا کہ انہیں پکڑ کر قانون کے حوالے کرتے۔ ملزموں پر عدالت میں مقدمہ چلتا، انہیں صفائی کا پورا موقع دیا جاتا۔ پھر اگر واقعتاً یہ ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے قرآن جلایا ہے تو انہیں سزائے موت ہونی چاہیے تھی۔ ہر معاملے میں انصاف کا راستہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ اصل بات یہ اس طرح کے واقعات کو مخصوص رنگ دے کر اسلام دشمن اور سیکولر حضرات اسلام کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس طرح ناموس رسالت کے قانون کے خاتمے کی فضا بنانا چاہتے ہیں۔ تا کہ کوئی بدبخت اگر (معاذ اللہ) نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو اُسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو، اور نہ کوئی اس کے خلاف ردعمل ظاہر کر سکے اور نبی اکرم ﷺ کا عزت واحترام اور عظمت وتوقیر خدانخواستہ آپؐ کے امتیوں کے دلوں میں کم ہو جائے۔ برصغیر کے مسلمان دین پر عمل کے لحاظ سے اگرچہ دوسرے خطوں کے مسلمانوں سے بہت پیچھے ہیں، لیکن دین کے ساتھ اُن کا جو جذباتی لگاؤ ہے وہ دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ محض جذبات کارگر نہیں ہوتے، انہیں عمل کے پیکر میں ڈھالنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ جذبات عمل کی صورت میں ڈھل جائیں تو پھر مسلمان بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کو یہی اندیشہ ہے۔ لہٰذا وہ اسلام کو بدنام کرنے کی نیت سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں سے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کی محبت کھرچ کر نکال دینا چاہتے ہیں۔

سوال : 295.C کے حوالے سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ اس قانون کے تحت کسی کو سزا ہوتی ہی نہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

نذیر احمد غازی : سزائیں تو ہوتی ہیں۔ ابھی آسیہ کی اپیل ہائی کورٹ سے خارج ہوئی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آگے فنی باریکیوں میں ملزم بچ جاتے ہیں۔ عدالتی نظام میں اس طرح نہیں ہوتا کہ کسی شخص پر الزام لگے اور اسے پکڑ کر فوراً سزا دے دی جائے۔ بہرکیف جو بھی صورتحال ہو کسی آدمی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے۔ ہر شخص کو قانونی طریقہ ہی اختیار کرنا چاہیے۔ اس طرح کے واقعات میں سزا نہ ہونے کا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ جب اس طرح کا واقعہ ہوتا ہے تو پولیس ملزم کو فوراً گرفتار نہیں کرتی اور نہ پرچہ ہی درج کرتی ہے، بلکہ اس معاملے کو مؤخر کر دیتی ہے۔ پولیس والے اپنی جان بچاتے ہیں کہ کہیں معطل نہ ہو جائیں۔ تو یہ صورتحال قانون کے فوراً حرکت میں نہ آنے کی وجہ سے ہے۔ دوسری جانب سیکولر حضرات اور این جی اوز کا معاملہ یہ ہے کہ وہ توہین اسلام کے واقعات پر چپ سادھ لیتے ہیں۔ مثلاً ملعون ٹیری جونز نے قرآن جلایا، اسی طرح عیسائی جنونیوں نے نبی آخر الزمان ﷺ کی ناموس پر حملہ کرتے ہوئے آپؐ کے کارٹونز شائع کئے۔ مگر ایسے گھناؤنے واقعات پر کسی این جی او نے کوئی احتجاج نہ کیا۔ نہ ٹیری جونز کے خلاف کوئی جلوس نکالا۔ ہماری این جی اوز کو باہر سے عطیات (donation) اربوں روپے میں آتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات سے ان کی موجیں ہو جاتی ہیں اور ان کا یہ ’’کاروبار‘‘ چل پڑتا ہے۔ اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ قانون فوری حرکت میں آ جائے۔ ہمارے میڈیا کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے واقعات میں سنسنی خیزی پیدا نہ کرے۔

سوال : بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ 295.C کا قانون ان لوگوں کے لئے ہے جو توہین کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو اس توہین کو آڑ بنا کر اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں:

نذیر احمد غازی : ایک ہے توہین مذہب، اس کے لئے 295.A اور 295.B کے الگ الگ سیکشن ہیں۔ 295.C کا سیکشن صرف توہین رسالت کے جرم کی سزا کے لئے ہے۔ کوئی آدمی اپنی تحریر تقریر یا اپنے اشارہ سے کسی بھی طرح نبی اکرم ﷺ کی توہین کا مرتکب ہو تو اس پر یہ دفعہ لاگو ہو جائے گی۔ یہ قانون لکھا ہوا موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُس کا صحیح معنوں میں اطلاق اور نفاذ کیا جائے۔ اس سے لوگوں کا ہمارے نظام انصاف پر اعتماد پیدا ہو گا اور پھر اس طرح کے واقعات کبھی نہ ہوں گے۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ بعض کیسز میں اہم شخصیات ملوث ہوتی ہیں اور قانون ان تک پہنچ نہیں سکتا۔ وہ قانون کا مذاق اڑا رہی ہوتی ہیں۔ ایسا بھی ہوا کہ توہین رسالت کے مجرم ٹیلی ویژن پر آ کر کی ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ میں خود سنتا رہا ہوں کہ ایسے لوگ آئے اور انہوں نے آ کر ٹی وی پر باتیں کیں۔ ٹی وی اینکرز اس کے دفاع میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہم کسی شخصیت کے بارے میں بات بھی نہ کریں۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر کوئی آدمی کہے کہ میں اس ملک کا شہری ہوں، لہٰذا کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ کا معائنہ کروں گا، مجھے کوئی اس سے نہیں روک سکتا۔ تو کیا اُسے ایٹمی پلانٹ کے معائنے کی اجازت دے دی جائے گی؟ ظاہر ہے، ایسا نہیں ہے۔ کہوٹہ ہمارا نوگو ایریا ہے۔ اس میں آپ داخل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ کہوٹہ میں داخلہ کی ممانعت تو محض ایٹمی پلانٹ کی حفاظت کا معاملہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عزت وناموس تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ یہ تو ہمارا ایمانی نوگو ایریا ہے۔ لہٰذا کسی کو یہاں آپؐ کی عظیم المرتبت ہستی کے بارے میں منفی گفتگو کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔ رہی بات جھوٹے الزام کی تو اگر کوئی آدمی کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے اور اس کی وجہ سے مجرم کو سزائے موت ہو جاتی ہے، تو قانون میں جھوٹا الزام لگانے والے کی بھی سزا ہے۔ الزام جھوٹا ثابت ہونے پر اس کو عمر قید کی سزا ہو گی۔ PPC-194 تعزیرات پاکستان کے تحت اس پر ایک دفعہ

موجود ہے۔ افسوس کہ کوئی اس طرف نہیں دیکھتا کہ قانون ہی کے اندر جھوٹے الزام کا راستہ روکنے کے طریقے بھی موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا ملک ہے۔ پھر یہ کہ یہ ایک نیوکلیئر پاور ہے۔ اسرائیل بھی ایک نظریاتی ریاست ہے۔ فلسطینیوں پر وہ جو ظلم وستم ڈھا رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ مگر اسے میڈیا کبھی نہیں اچھالتا۔ بھارت میں ہندوؤں نے سینکڑوں گرجے جلا دیئے۔ اُسے بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لئے اسلامی تعلیمات کو عام کرنا ضروری ہے۔ علماء کرام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انسانی جان کی حرمت سے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں۔ صحابی رسول ﷺ حضرت مقدادؓ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ایک جنگ ہو اور اس میں ایک کافر آ کر میرا ہاتھ کاٹ دے۔ اس کے بعد میں اس پر جوابی حملہ کروں تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک درخت کے پیچھے چھپ جائے، اور منہ سے کلمہ پڑھ لے، تو کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی نے جب ایک دفعہ زبان سے کلمہ پڑھ لیا تو اب تم اُسے قتل نہیں کر سکتے۔ اگر تم اس کو قتل کرو گے تو تمہاری صورت وہی ہو جائے گی جو اس کی کلمہ پڑھنے سے پہلے تھی۔ یعنی تم دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ہاں دفعہ 295.C کے غلط استعمال کا پروپیگنڈا بھی کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ پروپیگنڈا بدنیتی پر مبنی ہے۔ اس کی آڑ میں اس قانون ہی کو ختم کردینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا قانون کی دفعہ 302 جو قاتل کی سزا کے لئے ہے، اُس کا غلط استعمال نہیں ہوتا، تو پھر اُس دفعہ کو ختم کیوں نہ کر دیا جائے؟ قانون اپنی جگہ ایک الگ شے ہے۔ اس کا ہونا ضروری ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قانون پر عمل نہیں ہوتا۔ مثلاً آسیہ کی سزا پر آج تک عمل نہیں ہوا۔ یہ امر واضح ہے کہ لوگ توہین مذہب کے واقعات پر مشتعل ہو جاتے ہیں اور سخت انتقامی اقدامات کر گزرتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ توہین مذہب کے اقدامات کا راستہ جائے۔ توہین کے مرتکب لوگوں کو سخت سزا دی جائے۔ ہماری حکومت اور ہماری عدلیہ کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر ہم نے اس قانون پر عمل درآمد نہ کیا اور اس حوالے سے انتظامیہ اپنی ذمہ داریوں کی بابت روایتی سست روی کا مظاہرہ کرتی رہی اور ملزم مجرم بن کر بھی بچتے رہے تو اس روش کے نتیجے میں عدم اعتماد پیدا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر قرآن جلانے والے یا نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنے والے بدبخت کو 295 کے مطابق چوک میں پھانسی دے دی جاتی تو پھر اس طرح کے واقعات کبھی دوبارہ رونما نہ ہوتے۔ اصل میں سارا اشتعال قانون پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے پھیلتا ہے۔

سوال: ایک طرف کفار کا توہین اسلام اور توہین رسالت کا گھناؤنا رویہ ہے۔ دوسری جانب ہم مسلمانوں کا رویہ یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا صریح حکم سامنے ہوتا ہے، مگر جانتے بوجھتے ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔ کیا یہ رویہ گستاخی اور توہین نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات پر عمل نہ کرنا عملی تکذیب ہے۔ اسلام کے حوالے سے آج ہمیں اہل مغرب کے جس متعصبانہ اور نفرت انگیز رویہ کا سامنا ہے، اس کی ایک وجہ یہی ہماری عمل سے بے گانگی اور اسلام سے دوری ہے۔ لوگوں کا کھلم کھلا توہین رسالت کی جسارت کرنا، قرآن جلا لینا، اس کی نوبت اس لئے آئی کہ مسلمانوں نے اسلام کے احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ ہم اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کی کتاب سے دور ہوئے تو عملی مسلمان اور صحیح معنوں میں مومن نہ رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کمزور اور ہمارا دشمن توانا ہو گیا اور اس میں گستاخیوں کی جرأت پیدا ہوگئی۔ اسلام دشمن انتہا پسند جنونی یہ جان گئے ہیں کہ اگر ہم مسلمانوں کے پیغمبر اور ان کی کتاب کی توہین کریں گے تو یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسی لئے تو اُن کی جسارتیں بڑھ گئی ہیں۔

نذیر احمد غازی: یقیناً بے عملی ہماری کمزوری کا سبب ہے۔ لیکن اس اُمت کا ہر دور میں یہ کمال رہا ہے کہ اُس نے نبی ﷺ کی ناموس پر حملہ کی جسارت کبھی برداشت نہیں کی۔ غازی علم دین شہید کا واقعہ آپ کے سامنے ہے، جن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ہم تو باتیں کرتے رہ گئے اور ترکھانوں کا لڑکا بازی لے گیا۔ اس اُمت کے بچاؤ کا راستہ نبی اکرم ﷺ سے والہانہ عشق ہے۔ نبی ﷺ سے عشق اور آپؐ کی حرمت پر کٹ مرنے کی نسبت ہی ہر دور میں امت کو بچاتی آئی ہے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے کہا کہ ہمارے علمائے عراق نے فتویٰ دیا ہے کہ اسلام میں گستاخ رسول کی سزا موت نہیں ہے۔ اس سے کم تر سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ یہ سن کر امام مالکؒ تڑپ گئے اور کہا کہ اگر یہ اُمت محمد رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت نہیں کر سکتی تو پھر اس کے باقی رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں پورے شعور سے یہ عرض کرتا ہوں کہ مملکت پاکستان اس وقت تک قائم رہے گی جب تک یہاں نبی ﷺ کی ناموس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔ خدانخواستہ اگر اس ملک کے باشندے نبی ﷺ کی ناموس کی حفاظت نہ کر سکے تو اس ملک کے باقی رہنے کا جواز نہیں رہے گا۔ سپین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ مسلمان وہاں پاکستان سے زیادہ مضبوط تھے، مگر پھر بھی کیوں مٹ گئے۔ اقبال نے کہا تھا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

ہمارا ماضی گواہ ہے کہ مسلمان کا عمل دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جایا کرتے تھے۔ فرانسیسیوں نے جب الجیریا پر قبضہ کیا تو اس زمانے میں وہاں ایک بزرگ عبدالقادر جیلانی ہوا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ایک فرانسیسی جنرل کو گھیر لیا کہ اُسے عبرتناک انجام سے دوچار کریں۔ اس دوران میں وہ بزرگ آگے آگئے اور انہوں نے اس کو بچا لیا۔ اس پر فرانس کے جنرل نے کہا تھا کہ مجھے ایسا لگا کہ بزرگ کی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگئے۔ تو یہ تھا مسلمان کا عمل۔ مسلمان تو وہ ہے کہ جہاں بھی جاتا ہے امن ومحبت کا پیامبر بن کر جاتا ہے۔

سوال: قرآن حکیم یہ بات واضح کرتا ہے کہ قوموں پر عذاب ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے آتے ہیں۔ سابقہ نافرمان قوموں کی جو بداعمالیاں تھیں آج وہ کم وبیش سب کی سب مسلمانوں میں موجود ہیں۔ اِسی لئے ہم عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس عذاب سے بچاؤ کا راستہ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آج ہم کئی طرح کے عذابوں کی زد میں ہیں۔ دیکھنا پڑتا ہے کہ عذاب کی کون سی قسم ہے جس نے ہمیں گھیرا ہوا نہ ہو۔ بھوک اور خوف ہم پر مسلط ہے۔ گروہ گروہ بن کر ہم ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ عذاب الٰہی سے چھٹکارا کا طریقہ ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں۔ نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور اس نظام کو قائم کرنے کی کوشش کریں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا۔ جس کے لئے ہم نے یہ ملک حاصل کیا اور یہ نعرہ لگایا تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔ آج دنیا میں ہمیں جس ذلت ورسوائی کا سامنا ہے، اس کا سبب ہمارا اسلام سے انحراف اور وعدہ خلافی ہے۔ اگر ہم اب بھی اسلام کی طرف لوٹ آئیں اور اسلامی نظام کو قائم کرلیں تو غلبہ وکامرانی اور عزت وافتخار ہمارا مقدر ہوگا۔ پھر ہم غیروں سے ڈکٹیشن نہ لیں گے، بلکہ غیر ہم سے ہدایات لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی صراط مستقیم کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

میاں صاحب کی "حقیقی اسلامی فلاحی ریاست"

انصار عباسی

کہتے ہیں کہ اقتدار کا بھی ایک نشہ ہوتا ہے جو انسان کو بدل کر رکھ دیتا ہے، اُسے حقیقت دیکھنے سننے کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے، اپنے پرانے وعدے اور عہد بھلا کر مکھن لگانے، سب اچھا کہنے والوں اور تعریف کرنے والوں کی واہ واہ کے سحر میں گم کر دیتا ہے۔ اور ہوش اس وقت آتا ہے جب وہ اقتدار سے بے دخل ہو چکا ہوتا ہے۔ مگر اُس وقت ماسوائے پچھتاوے کے انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ گزشتہ سال میں نے اپنے ایک کالم میں وزیر اعظم میاں نواز شریف کے ایک موبائل ایس ایم ایس کا ذکر کیا تھا جو انہوں نے مجھے مارچ 2012 کو ایک ایسے وقت بھیجا جب وہ حکومت سے باہر تھے مگر اس سے قبل دو بار اس ملک کے وزیر اعظم رہ چکے تھے۔ اس موبائل پیغام میں میاں صاحب نے مجھے اپنے عہد سے آگاہ کیا کہ اگر اللہ نے انہیں ایک بار پھر پاکستان کا وزیر اعظم بننے کا موقع دیا تو وہ اس ملک کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے۔ وزیر اعظم کے اپنے الفاظ یہ تھے:

"The gradual loss of our religious & social values disturbs me equally, but the fact remains that my sincere and dispassionate advices to PPP govt have been falling on dear ears......... However, I vow to make Pakistan a true Islamic welfare state if the Almighty blesses me with an opportunity in future."

میاں صاحب کو اللہ نے تیسری مرتبہ وزیر اعظم تو بنا دیا اور اب اُن کے موجودہ دور کے سترہ ماہ بھی گزر چکے مگر پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے سلسلے میں ابھی تک کوئی اقدام نظر نہ آیا۔ بلکہ حالات اُس کے برعکس جا رہے ہیں جس کا عہد میاں صاحب نے کیا تھا۔ گزشتہ ہفتہ جیو کے کیپٹل ٹاک میں اسلامی سزا قصاص کو معطل کرنے کے بارے میں وزیر اطلاعات پرویز رشید صاحب نے حکومت کا جو موقف پیش کیا وہ اُس نظام کی مکمل نفی ہے جس کے نفاذ کا وعدہ تیسری مرتبہ وزیر اعظم بننے سے پہلے میاں صاحب نے کیا تھا۔ وعدہ تو اسلامی فلاحی ریاست کا تھا مگر یہاں تو اللہ کے قانون کو ہی معطل کیا جا رہا ہے اور وہ بھی مغرب و یورپ کی خوشنودی کے لیے تا کہ وہ ہمیں بھوک سے مرنے سے بچا لیں۔ استغفر اللہ۔ یعنی ایک طرف اللہ کی مقرر کی ہوئی حد (قصاص) کو میاں صاحب کی حکومت نے معطل کر دیا تو دوسری طرف رزق کے لیے یورپ کی طرف دیکھا جا رہا ہے جب کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ رازق صرف اور صرف اللہ کی ذات باری تعالیٰ ہے۔

اسلام تو کہتا ہے کہ قصاص (سزائے موت) میں معاشرہ کی زندگی ہے مگر میاں صاحب کی حکومت نے گزشتہ پی پی پی حکومت کا پاکستان میں سزائے موت کی معطلی کے فیصلے کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ یہ تک کہہ دیا کہ یہ فیصلہ پاکستان کی معیشت کی بہتری کے لیے کیا گیا ہے۔ پاکستان کی معیشت کی بہتری کے لیے ہی میاں صاحب نے اپنے پہلے دور میں اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شریعت کورٹ کے سود کے خاتمہ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی تھی۔ اس فیصلہ سے اس ملک کی معیشت کو یہ فائدہ ہوا کہ آج پاکستان کی حکومت ہر سال قومی بجٹ کا تقریباً ایک تہائی حصہ صرف سود کی مد میں صرف کرنے پر مجبور ہے۔ اس کے علاوہ معلوم نہیں کہ سود نے اس عرصہ میں کتنے افراد اور کتنے خاندانوں کی زندگیوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

آج جب قصاص کو معطل کر کے نواز شریف حکومت معیشت کو بہتر کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے، حقیقت کیا ہے وہ بھی سن لیں۔ حکومت توقع کر رہی ہے کہ یورپی یونین کی طرف سے گزشتہ سال GSP Plus کا اسٹیٹس دیے جانے سے انڈسٹری کو گیس اور بجلی کی مکمل فراہمی کی صورت میں سالانہ ایک ارب ڈالر کے کاروبار کا فائدہ ہوگا۔ ڈر یہ ہے کہ قصاص کی بحالی سے یہ سہولت واپس لے لی جائے گی۔ گویا تقریباً ایک سو ارب روپیہ سالانہ کے لالچ میں اللہ کے قانون کو معطل کیا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بجلی اور گیس کی کمی کی وجہ سے ابھی تک تو برآمدات میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا۔ دوسری اہم حقیقت یہ ہے کہ دہشتگردی، ٹارگٹ کلنگ، ریپ، اغوا برائے تاوان، بھتہ خوری اور دوسرے سنگین جرائم کی وجہ سے پاکستان دنیا کا خطرناک ترین ملک بن چکا ہے جس کی وجہ سے پاکستان میں نہ صرف بیرونی سرمایہ کاری نہیں ہو رہی بلکہ یہاں سے پاکستانی اپنا کاروبار اور سرمایہ دبئی، بنگلہ دیش، یورپ اور دوسرے ممالک میں شفٹ کر رہے ہیں۔ سزاؤں کے نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان جرائم پیشہ افراد کے لیے جنت بن چکا ہے۔ ان حالات میں اللہ کے قانون کے نفاذ اور سنگین جرائم میں ملوث افراد کو نشانِ عبرت بنا کر ہی امن و امان کو قائم اور لوگوں کی زندگیوں کو محفوظ بنایا جا سکتا ہے جس سے یہاں کاروبار بھی ہوگا اور لوگوں کی زندگیوں میں خوشحالی بھی آئے گی۔ مگر میاں صاحب کی حکومت نے اللہ کی بات سننے کی بجائے یورپی یونین کی بات سن لی جو یقیناً ایک گھاٹے کا سودا ہے۔

بحیثیت ایک مسلمان میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں وزیر اعظم صاحب کو متنبہ کروں کہ سود کے خلاف اپیل کی طرح قصاص کی معطلی کا اُن کا فیصلہ انتہائی سنگین عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میاں صاحب کو تین مرتبہ وزیر اعظم کا رتبہ عطا کیا اور اگر اس کے باوجود وہ اللہ کے نظام کے نفاذ کی بجائے اس کے برخلاف کام کریں گے تو یہ بہت افسوس کا مقام ہے اور اس کا تمام تر نقصان میاں صاحب کو خود اور پاکستان کو ہوگا۔ پاکستان کا تو آئین بھی اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرتا ہے مگر ہماری بدقسمتی دیکھیں کہ کوئی حکمران آئین کی اسلامی دفعات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔

☆☆☆☆☆

ہم سے ملئے کہ غم زیست کا عنوان ہیں ہم

محمد سمیع

اس ماہ ہم حسب معمول علامہ اقبال کی یاد منا رہے ہیں۔سوچا ہے کہ ان کے کلام کی روشنی میں قارئین کو ان سے متعارف کروایا جائے۔آپ کہیں گے یہ کیا بات ہوئی۔علامہ اقبال سے تو ملک کا بچہ بچہ واقف ہے۔ان کا تعارف چہ معنی دارد؟

ہمارے ہاں دانشوروں کی کوئی کمی نہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ علامہ اقبال کا پاکستان ختم نہیں ہوا، وہ تو اب بھی باقی ہے کیونکہ علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں (نوٹ کیا جائے صرف شمالی مغرب میں) ایک اسلامی ریاست کا قیام تقدیر مبرم ہے۔گویا کہ اگر ان کی بات کو درست تسلیم کیا جائے تو قائد اعظم کا پاکستان تو ختم ہو چکا ہے لیکن علامہ اقبال کا پاکستان موجود ہے۔یہ بات درست بھی لگتی ہے کیونکہ قائد اعظم کا پاکستان تو مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل تھا، جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ قائد اعظم کا پاکستان ختم ہو چکا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے بقیہ ماندہ پاکستان کو نئے پاکستان کا نام دیا تھا،لیکن عمران خان اب تک اسے پرانا پاکستان سمجھتے ہیں، جبھی تو وہ نیا پاکستان بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔ایک دینی دانشور نے کہا تھا کہ علامہ اقبال نے تحریک پاکستان میں اسلام کا انجکشن لگایا جبھی یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ان کے مطابق قائد اعظم اس کے بعد کئی سال تک اسلام کی قوالی گاتے رہے۔اگر ان کی بات کو تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قوم کو قوالی سن کر حال آ گیا اور تصوف کے حلقے یہ کہتے ہیں کہ حال اسے ہی آتا ہے جو قوت برداشت نہیں رکھتا۔واللہ اعلم۔ ایک صاحب تو اس قدر مایوسی کا شکار ہو چکے ہیں کہ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر ضرور بنا تھا، اسلام کے لئے ہرگز نہیں بنا۔یہی وجہ ہے کہ 67 سال گزرنے کے باوجود یہاں اسلام کا سورج طلوع نہیں ہوا اور نتیجتاً یہ ریاست ہر قسم کی تاریکی کی زد میں ہے اور قوم اگر یہ کہتی ہے کہ ہم سے ملئے کہ غم زیست کا عنواں ہیں ہم تو درست کہتی ہے۔توقع ہے کہ علامہ اقبال عالم ارواح سے قوم کے نام ''جواب شکوہ'' ضرور ارسال کریں گے۔

قارئین! اب میں آتا ہوں علامہ اقبال کے تعارف کی طرف۔علامہ فرماتے ہیں۔

اقبالؔ بھی اقبالؔ سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں، واللہ نہیں ہے!

ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں اور دوسری جانب ان کا دعویٰ ہے کہ۔

کیا صوفی و مُلا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سرِ دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ۔

اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

ان کی اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ بھی نہیں کیونکہ اس کا عکس تو پوری قوم میں موجود ہے۔تو جیسا لیڈر ہوگا، قوم بھی اسی کے رنگ میں رنگے گی۔یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔اس سے یہ نہ سمجھئے گا کہ قوم فرشتہ ہے۔قوم جو کچھ ہے وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔لہٰذا قوم کے بارے میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ شاید ان کی اسی بات پر ہمارے ہاں کا ایک حلقہ انہیں اس مقام پر فائز رکھنے کا منکر ہے جس پر قوم نے انہیں فائز کر رکھا ہے۔ ان کے مطابق ایک داڑھی منڈے کو اس مقام پر فائز کرنا درست نہیں۔

علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کی بڑی دھوم ہے۔ ہمارے ایک قلندر کا۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے!

کے جواب میں یہ کہنا ہے کہ اقبال کا ہم نے کہا مانا، فاقوں کے ہاتھوں مرتے رہے جھکنے والوں نے رفعتیں پائیں جبکہ ہم خودی کو بلند کرتے رہے

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ علامہ فرماتے ہیں کہ

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا

لیکن میں کہتا ہوں کہ رہنے کو گھر نہیں ہے سارا جہاں ہمارا۔وہ یہ چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی ہمیں ان کی صحیح تعداد بتائے جن کے پاس اپنا گھر ہے۔ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس رہنے کو گھر نہیں لیکن ان سے کم تعداد ان کی بھی تو ہے جن کے پاس کئی کئی گھر ہیں۔ان کی موجودگی میں قوم کو اتنا مفلس بھی نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ نے کہا تھا کہ سوئے قطار می کشم ناقۂ بے مہار را۔ کوشش تو اس کے لئے علامہ نے بہت کی ہوگی لیکن جو قوم وہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں اسے ناقۂ بے مہار ہی کہا جا سکتا ہے۔اس کا اندازہ کرنا ہو تو کسی ایسے چوک پر کھڑے ہو جایئے جس پر سگنل لگا ہوا نہ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ہر گاڑی والا شتر بے مہار بنا ہوا ہے اور نتیجے میں گاڑیاں ایک دوسرے میں گھتی ہوئی ہیں۔بابائے قوم نے تین اصول قوم کو دیئے تھے: اتحاد، ایمان اور یقین محکم۔اب ذرا قوم کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے کہ اتحاد کی بجائے یہ انتشار کا شکار ہے۔انتشار خواہ لسانی ہو یا علاقائی، صوبائی ہو یا مذہبی۔لہٰذا قوم غم زیست کا عنوان بنی ہوئی ہے۔سوال یہ ہے کہ قوم اس انتشار سے کس طرح نکلے تو علامہ نے اس کے لئے ایک سادہ سا نسخہ تجویز کیا ہے یعنی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور جسے لوح و قلم میسر آ جائے اس میں انتشار کہاں رہ سکتا ہے۔

ہمیں یہ شکایت ہے کہ کل تک تو صرف امریکہ ہمیں آنکھیں دکھاتا تھا، اب اس کا طفیلی بھارت بھی اس سے پیچھے نہیں۔علامہ اس کا حل بھی بتاتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

قوم بامِ عروج پر پہنچ سکتی ہے اگر وہ قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کرلے اور اس کے حقوق کی ادائی میں جت جائے۔ یعنی قرآن پر اسی طرح ایمان لائے۔ اس کی تلاوت کی جائے۔ اس کو سمجھا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے اور اس کو عالم انسانیت تک پھیلایا جائے۔ یہ قرآن مجید کے حقوق ہیں۔ انہیں ادا کر کے ہم زمانے میں معزز بن سکتے اور رفعت و کامرانی حاصل کر سکتے ہیں۔۔ قرآن منبع ایمان اور سرچشمۂ ہدایت ہے۔ آج ہمارے ایمان میں ضعف آچکا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن کی ہدایت سے نابلد ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ کتنے ہی لشکر قلیل ہوتے ہیں لیکن کثیر لشکر پر غلبہ پالیتے ہیں۔ ہم تو ویسے بھی قلیل نہیں ہیں۔ دنیا کا ہر چوتھا انسان مسلمان ہے۔ اگر کمی ہے تو قرآن کی ہدایت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی۔ لہٰذا ع قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان۔

قارئین! علامہ اقبال کو ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔ ان کے کلام سے مستفید ہو کر اللہ کے کلام سے رشتہ مضبوط کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی وسطی کے رفیق جناب نصیب خان کی اہلیہ محترمہ شدید علیل ہیں اور اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین

رفقاء و احباب سے درخواست ہے کہ ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔

ضرورت سٹاف

لاہور میں واقع ایک مینو فیکچرنگ اور ٹریڈنگ کمپنی کو کل وقتی مارکیٹنگ سٹاف کی ضرورت ہے۔ محنتی اور قابل اعتماد نوجوان کو ترجیح دی جائے گی۔ تعلیمی قابلیت کم از کم B.Com،BA۔ تجربے کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0333-4482381

"اگر میں چاہوں تو......"

نعیم صدیقی مرحوم

تمہارے تن کو لباسِ حریر مل نہ سکا
اٹھارہ سال یونہی حسرتوں میں بیت گئے!
تمہارے واسطے ساٹن کا سوٹ سل نہ سکا
بساطِ زر پہ کئی لوگ کھیل جیت گئے!
گلہ کرو نہ کرو
یہ صبر و ضبط محبت بھرا تکلف ہے!
مری نظر میں تم اک شکوۂ مجسم ہو!
نہ کوئی "آہ" نہ "وائے" نہ "حیف" نے "اُف" ہے!
تم اپنے ذوق کا ایک مرثیہ ہو ماتم ہو!
تمہارے چہرۂ تاباں سے صاف پڑھتا ہوں
تمہارے دل کی چھپی حسرتوں کی تحریریں!
تمہارے صفحۂ سیرت پہ دیکھ سکتا ہوں
تبسّموں کے فریموں میں غم کی تصویریں!
پڑوسنوں کے تمہیں ٹھاٹھ چھیڑ جاتے ہیں!
سہیلیوں کے تمہیں چھچھے ستاتے ہیں!
تمہارے دل میں جو اٹھتی ہیں رشک کی لہریں
تو کتنے ذوق ہیں جو پیچ و تاب کھاتے ہیں!
یہ ساریاں! یہ غرارے! یہ سینڈلیں! یہ نقاب!
یہ انگیائیں! یہ موباف! اور یہ بنیانیں
یہ خوشبوؤں کے بگولے! یہ پوڈروں کے سراب!
کہاں سے آتے ہیں؟ کس مول؟ آپ کیا جانیں!
یہ ٹھاٹھ باٹھ امارت کے، کبریائی کے!
یہ رشوتیں ہیں جو رقصاں ہیں قصر وایواں میں!
گرہ کٹوں کی عفونت بھری کمائی کے!
مظاہرے ہیں جو پوری طرح سے عُریاں ہیں

اگر میں چاہوں تو ظلم و ستم کی منڈی سے! ضمیر بیچ کے دولت کما کے لے آؤں!
میں کاٹ کاٹ کے افلاس و ضعف کی جیبیں تمہارے واسطے سکے اُڑا کے لے آؤں!
حریم سادہ دلی میں نقب زنی کر کے ہزار عیش کے ساماں چُرا کے لے آؤں!
دماغ پاس ہے! اس کو کرائے پر دے کر میں ایک جنتِ راحت سجا کے لے آؤں!
اگر میں چاہوں تو ہر جنبشِ قلم کے طفیل طلاوسیم کی نہریں بہا کے لے آؤں!

مگر یہ سوچ تو لو
مرے ضمیر کی جب روح کر گئی پرواز
تو ایک نعش کو بن ٹھن کے کیا دکھاؤ گی؟
مری خودی جو گنوا دے حیات کے انداز
تو کیسے پیکر کمی سے دل لگاؤ گی؟
تم اک ذلیل سے سوداگرِ ہوس کے لئے
پھر احترام کا جذبہ کہاں سے لاؤ گی؟
وہ حق فروش جو گر جائے اپنی آنکھوں سے
تم اپنی آنکھوں پہ کیسے اسے بٹھاؤ گی؟

انتخاب: قاضی عبدالقادر

یوم اقبال پر ایوانِ اقبال لاہور میں

''بین الاقوامی اقبال کانفرنس''

نعیم اختر عدنان

9 نومبر علامہ محمد اقبال کا یوم ولادت ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے علامہ کی حیات اور افکار کے حوالے سے حسب روایت فکر اقبال سے وابستہ اہل قلم کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس اسی سلسلہ ہی کی ایک خوبصورت کڑی تھی۔ کانفرنس میں پاکستانی دانشوروں کے علاوہ ترکی، افغانستان، ایران اور تاجکستان سے تعلق رکھنے والے اقبال شناس بھی شامل تھے۔ کانفرنس کا انعقاد اقبال اکیڈمی، مرکزیہ مجلس اقبال، وفاقی وزارت اطلاعات و ثقافتی ورثہ اور دس اسلامی ممالک کی ثقافتی و ادبی تنظیم ''ایکو'' نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ کانفرنس کے مرکزی سٹیج کے پہلو میں ''ایکو'' ممالک کے قومی جھنڈے اِستادہ تھے۔ کانفرنس کی صدارت گورنر پنجاب جناب محمد سرور نے کی، جبکہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے وفاقی وزیر اطلاعات وثقافتی ورثہ جناب پرویز رشید نے شرکت کی۔

مرکزیہ مجلس اقبال کے صدر جناب عارف نظامی نے کانفرنس کے شرکاء سے افتتاحی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں دہشت گردی کی ہولناک وارداتوں سے خدشہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں پاکستانی قوم مہذب انسانی معاشروں سے خارج ہی نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا قرآن اور اقبال کا پیغام تو عدل و اعتدال کا پیغام ہے۔ قرآن نے امت مسلمہ کو امت معتدل کا لقب عطا کیا ہے مگر ہمارا قومی وملی کردار اس کے برعکس ہے۔ جناب عارف نظامی نے کہا کہ ہمیں پاکستان کو علمی وتہذیبی مملکت بنانے کے لئے پیغام اقبال کو اپنانا ہوگا۔ انہوں نے عوام الناس کی اکثریت پر ہونے والی زیادتیوں اور سماجی اور معاشی ناہمواریوں کے ازالے کی طرف بھی معاشرے کی توجہ مبذول کروائی۔

تقریب کے مہمان خصوصی جناب پرویز رشید نے خود کو ''وکیل اقبال'' کہہ کر اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ فکر اقبال ایک زندہ و متحرک پیغام کا نام ہے، مگر ہم نے اسے کتابوں، قوالیوں، گلوکاروں، اور مزاروں تک محدود کر رکھا ہے۔ ع ''اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی'' کا درس دینے والے مفکر اسلام کی تعلیم کی روشنی میں زندگی کا سراغ لگانا ضروری ہے، تاکہ انسانی زندگی کا مقصود و مطلوب (مقصد زندگی) سمجھ میں آسکے۔ وفاقی وزیر نے کہا علامہ اقبال کا پیغام انسانی زندگی کی تعمیر اور نشو و نما کے لئے ہے نہ کہ اس کی تباہی و بربادی کے لئے۔ جبکہ بعض لوگ ملک اور قوم کو تباہی اور بربادی کے اندھے غار میں دھکیلنا چاہتے ہیں (موصوف کا اشارہ علامہ طاہر القادری اور عمران خان کی طرف تھا۔)

کانفرنس کے اگلے مقرر جناب محمد رضا حاجی کریم جبّاری تھے، جن کا تعلق ایران سے ہے۔ جناب ''ایکو'' تنظیم کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔ انہوں نے تنظیم کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم کے قیام کا بنیادی مقصد رکن ممالک میں اسلامی تہذیب و ثقافت کا فروغ اور احیاء ہے۔ کریم جبّاری نے علامہ اقبال کے ''فلسفۂ خودی کو اسلام اور انسانیت کی خدمت کے فلسفہ کا نام دیا۔ بحیثیت ڈائریکٹر تنظیم انہوں نے اقبال کے چاہنے والوں کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اگلے سال تہران میں علامہ اقبال پر عالمی کانفرنس منعقد ہوگی۔

مشہور دانشور، معروف اہل قلم اور نامور صحافی جناب اوریا مقبول جان خطاب کے لئے سٹیج پر نمودار ہوئے۔ تو انہوں نے کانفرنس کے شرکاء کو اپنی زندگی کا ایک دلخراش واقعہ بھی سنایا۔ ''میں پرویز مشرف کے دور حکمرانی میں ''ایکو'' تنظیم کے ایگزیکو ڈائریکٹر کی حیثیت سے تہران میں مقیم تھا۔ ان دنوں اسلام آباد کی لال مسجد اور جامعہ حفصہ فوجی آپریشن کی زد میں تھے۔ میں نے تہران ٹی وی کے ذریعے اس فوجی آپریشن کی مذمت کی، جس کی پاداش میں فوجی آمر پرویز مشرف نے فوراً مجھے اس عہدہ سے معزول کروادیا۔'' انہوں نے کہا کہ مغربی تعلیم کے زہر نے ہماری نوجوان نسل کو دین اسلام سے دور کر دیا ہے۔ مغربی تعلیم وتہذیب کی زہرناکی کا علامہ اقبال نے بہت عرصہ قبل مشاہدہ وادراک کرلیا تھا۔ اقبال نے اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کون کہتا ہے کہ مکتب کا جواں زندہ ہے
مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی کا نفس

اوریا مقبول جان نے کہا مسلمانوں نے تین صدیاں علم کی وراثت کے ذریعے دنیا پر حکومت کی، مگر افسوس امت مسلمہ انسانیت کو بیدار کر کے خود خواب غفلت کا شکار ہو گئی۔ اقبال نے سوئی ہوئی اُمت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے اپنے انقلابی اور اسلامی پیغام کو استعمال کیا۔ انہوں نے افکار اقبال کی روشنی میں مغرب کے سیکولر اور سرمایہ دارانہ جمہوری نظام پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس کافرانہ اور دین دشمن نظام میں ایک فرعون کا حق حاکمیت چار سو فرعونوں (ارکان پارلیمنٹ) میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت حاکمیت الٰہی کے خلاف بغاوت کے سبب کفر اور شرک ہے۔ انہوں نے افغانستان کی بہادر، غیور اور غیرت مند قوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملت اسلامیہ افغانستان نے برطانیہ، سوویت یونین اور اب امریکہ جیسی سپر طاقتوں کو بے سروسامانی کے باوجود ایمان طاقت اور جذبہ جہاد کے ذریعے ناکوں چنے چبوا کر زمین کی خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان ویقین رکھنے والی امت مسلمہ کو کسی دنیاوی طاقت سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایمان کے ساتھ غیر اللہ کا خوف شرک اور کفر کے مترادف ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ بقول اقبال۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

کانفرنس کے صدر گورنر پنجاب محمد سرور نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ علامہ محمد اقبال ایک آفاقی شاعر تھے، جنہیں بجا طور پر ملت اسلامیہ ہی نہیں پوری انسانیت کا مفکر بھی کہا جا سکتا ہے۔ اقبال کا پیغام ہمارے لئے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قومی و ملی سطح پر تمام طبقات کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا ہوں گی اور

ہم سب کو حق و انصاف کا علمبردار بننا ہوگا۔ گورنر پنجاب نے کہا کہ پسے ہوئے مفلوک الحال لوگوں کو اُن کے انسانی اور اسلامی حقوق دیئے بغیر ترقی کی منازل طے نہیں کی جاسکتیں۔ معاشی اور معاشرتی ظلم اور ناانصافی کا اصل سبب قرآن مجید کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے روگردانی، خلفائے راشدین کے بابرکت نظام سے انحراف ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے افکار میں اِسی اسلامی فکر سے پہلو تہی کو ہماری ذلت اور پستی کا اصل سبب قرار دیا ہے۔ موجودہ حالات سے نکلنے کے لئے ہمیں پھر سے پیغام اقبال پر عمل پیرا ہونا ہوگا، جو درحقیقت اسلامی تعلیمات کا ہی دوسرا نام ہے۔

کانفرنس کے اگلے مقرر مشہور ادیب اور دانشور جناب سجاد میر تھے۔ انہوں نے اقبال کے فکر کو قرآن اور عشق مصطفےٰ ﷺ کا مرقع قرار دیتے ہوئے کہا کہ اقبال فہمی کے لئے قرآن فہمی اور اسلامی تعلیمات سے آگہی ضروری ہے۔ علامہ اقبال نے غلامی اور جمود کا شکار امت مسلمہ کو متحرک اور بیدار کرنے کے لئے گراں قدر کردار ادا کیا۔ چنانچہ قیام پاکستان جیسا عظیم معرکہ ہو، یا ایرانی انقلاب کا برپا ہونا ہو یا ایشیائی ریاستوں کی آزادی کا معاملہ ہو یہ سب کچھ علامہ اقبال کے انقلابی پیغام ہی کا شاخسانہ ہے۔ جناب سجاد میر نے تنظیم اسلامی کے بانی امیر ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے اُن سے مروی ایک تاریخی واقعہ شرکائے کانفرنس کو سنایا۔ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم جو خود فراہیؒ مکتبہ فکر کے عظیم فرد تھے، کا خیال تھا کہ اُن کے استاد مولانا حمید الدین فراہیؒ اور خود انہوں نے تفسیر قرآن مجید کے حوالے سے قرآن کے بعض مقامات کے جو تفسیری نکات اور دقیق مطالب آشکار کئے ہیں، شاید اُن سے پہلے کسی اور صاحب علم وفکر کی نظر ان حقائق تک نہ پہنچ پائی ہو۔ مگر انہوں نے (امین احسن اصلاحی) جب علامہ محمد اقبال کے شعری اور نثری پیغام کا مطالعہ کیا تو بقول اُن کے میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ علامہ اقبال نے ہم (امین احسن اصلاحی اور حمید الدین فراہی) سے بہت عرصہ پہلے اور زیادہ عمدگی سے قرآنی حقائق اور نکات کو ہم سے بہتر انداز میں بیان فرمادیا ہے۔ جس قوم کو اقبال جیسا مفکر و مفسر قرآن بیدار نہ کرسکا، اُس قوم کو ''ہم کیسے بیدار کرسکتے ہیں۔ جناب سجاد میر نے کانفرنس میں محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا تذکرہ کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے آپ اپنی دینی وملی اور اسلامی خدمات کی بنا پر علامہ ہی کی طرح ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَ اَدْخِلْہُ فِی جَنَّتِکَ وَاَلْحِقْہُ بِعِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ))

کانفرنس کی اگلی مقررہ علامہ اقبال کی بہو جسٹس (ر) ناصرہ جاوید اقبال تھیں۔ انہوں نے کوٹ رادھا کشن کے حالیہ افسوسناک واقعہ سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور اس واقعہ کی آڑ میں حسب روایت علماء کرام کو ہدف تنقید بنایا اور علامہ اقبال کا مشہور مصرعہ استعمال کیا۔ ع دین مُلا فی سبیل اللہ فساد۔ موصوفہ نے پاکستان میں عیسائی اقلیت کی تعلیمی اور طبی خدمات کو سراہتے ہوئے اس اقلیت سے ہونے والے ''شرمناک'' سلوک کا بھی تذکرہ کیا۔ سیکولر اور لبرل طرز فکر کے حامل گروہ کی نمائندہ ہونے کے ناتے انہوں نے تحفظ ناموس رسالت قانون کی ''اصلاح'' کا بھی تذکرہ کیا (حالانکہ اس قانون کو عملاً معطل کر کے حکمرانوں نے کافی اصلاح کردی ہے۔) ناصرہ صاحبہ نے علامہ اقبال کا ایک اور مشہور مصرعہ بھی مذہبی طبقات کی مذمت اور اُن پر تنقید کے لئے دھرایا ع گشتۂ سلطانی و مُلائی و پیری۔ ہماری ناچیز رائے میں موصوفہ کو مُلاؤں اور پیروں پر تنقید کرنے کے ساتھ ساتھ گشتۂ سلطانی یعنی حاکمان وقت پر بھی اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو اس سارے فتنہ وفساد اور ظلم و بربریت کے اصل فریق ہیں۔ وگرنہ ہم جیسے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ ع نزلہ بر گردن ضعیف والا معاملہ ہے۔ ناصرہ اقبال جیسے لوگوں کے قبیلے کا دین وایمان ہی مذہبی طبقات اور ملک کے اکثریتی طبقہ کو ہدف تنقید بنانا ہے اور بس!

تاجکستان سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر شاہ منصور نے علامہ اقبال کو مستقبل کا مفکر اور دانشور قرار دیتے ہوئے کہا کہ اقبال کا پیغام ہرن کی کھال کی طرح ہے جو جلنے کے بعد اکسیر بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین ثاقب نے جن کا تعلق ایران سے ہے، فکر و پیغام اقبال پر عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اقبال اکیڈمی کے سکالر جناب جاوید احمد نے کہا کہ علامہ اقبال کی تعلیمات کو پڑھنا اور پڑھانا ہوگا۔ اس کے بغیر ہم قومی اور ملی تشکیل میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ انہوں نے کہا کہ انسانی وحدت کو برقرار رکھنا اختلاف رائے ہی سے ممکن ہے۔ ہمیں ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دینا ہوگا، تاکہ ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ بن کر سامنے آسکے۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی عمر 40 سال رفیقہ تنظیم اسلامی، مطلقہ، (کوئی بچہ نہیں) تعلیم قرآن فہمی کورس، ایم ایس سی، سِلم اسمارٹ، قد 5.2"، شرعی پردہ کی پابند کے لئے دیندار، برسرروزگار، تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔ مرد کی عمر 47 سال تک ہو۔ برائے رابطہ: 0343-2743594

☆ ضلع ہری پور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم، عمر 52 سال، کو عقد ثانی کے لئے ایسی خاتون کا رشتہ درکار ہے جو درس قرآن کی صلاحیت کی حامل ہو۔

برائے رابطہ: 0302-8680763

☆ اسلام آباد میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، قد 5.6"، تعلیم ایم اے انگلش کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کا قد 5.10" یا اس سے زیادہ ہو۔

برائے رابطہ: 0333-5601949

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 33 سال، تعلیم بی اے، کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا (ترجیحاً اردو اسپیکنگ) کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0334-2329352

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے ڈاکٹر بیٹے، عمر 25 سال کے لئے دینی مزاج کی حامل لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0333-3313221

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ مکتبہ خدام القرآن لاہور کے دیرینہ کارکن جناب سعید احمد نواز کی والدہ رحلت فرماگئیں

☆ ناظم حلقہ ملاکنڈ جناب احسان الودود کے چھوٹے بھائی دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق جناب یوسف صدیقی کی ہمشیرہ کا انتقال ہوگیا

☆ تنظیم اسلامی بٹ خیلہ کے ملتزم رفیق تاج الدین کی نانی صاحبہ رحلت فرماگئیں

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے نقیب جناب رضی احمد خان کی ساس کا انتقال ہوگیا

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Erdogan undiscovered America of Columbus

By Nadezhda Kevorkova

Turkish President Recep Tayyip Erdogan shook the world when he said Muslims reached America 300 years before Columbus did.

Erdogan addressed an audience of Muslim leaders from America at a summit in Istanbul on November 16. The Anadolu news agency quotes him saying that "*Muslims discovered America. The religion of Islam was widespread in the American continent long before Columbus's arrival.*"

Erdogan claimed that Muslim sailors reached the American continent in 1178. He explained why this event didn't have the same results as Columbus's discovery did:

"*The religion of Islam was not used as a means to enslave, colonize, or abuse. While others are using their religions to submit and enslave even further, the Muslims and Muslim nations aspire to win the hearts, and glorify the name of Allah.*"

These claims caused an outburst of sneering.

But how funny are the statements made by the Turkish president really?

How could he explain coming up with year 1178?

America's discovery is far from being a plain topic.

There are some historic indications that the Chinese and the Vikings reached the New World long before Columbus; however these speculations don't cause such an outburst.

An important source of historic information is the world map compiled by the Ottoman admiral Piri Reis, whose full name was Haji Muhhiddin Piri ibn Haji Mehmed.

Everyone in Turkey knows about this map. It was depicted on Turkish banknotes for ten years: the reverse of the 10 million lira banknote in 1999-2005 and the 10 lira banknote in 2005-2009.

The Piri Reis map was drawn after Columbus's discovery, in 1513, but it contains information unknown to Europeans at the time. It might have been based on earlier sources, probably Muslim ones, since it's fundamentally different from classical antiquity or European maps.

The Piri Reis map was discovered in 1929 in the process of cataloguing the Topkapı Palace library in Istanbul. The map (currently kept in the Palace museum) was drawn on gazelle skin parchment, with dimensions reported as 85 cm × 63 cm or 90cm x 63cm.

Unlike the Columbus map, it depicts some islands off the coast of the Americas, the outline of South America and even the Andes, which was discovered later.

UNESCO declared 2013 the year of Piri Reis. Rome, London and other capitals, as well as Kazan, the capital of Tatarstan (Russia), held exhibitions dedicated to the subject. A ballet about the life of Admiral Piri Reis premiered in Turkey in autumn 2014.

Let's not forget that 1492 is not only the year of Columbus's voyage, but also the end of the Reconquista, i.e. the last of the Cordoba Caliphate was forced out of Spain.

If we close our eyes on Muslims living in Europe for 700 years and influencing it greatly, questioning the fact that Columbus discovered America seems like total ignorance.

But if we do take into consideration the Muslim contribution to European development, we get a whole different picture.

The Emirate of Cordoba (later a Caliphate) was established in the 8th Century in what is today Spain. It reached the height of its power in the

10th Century, and had a cultural influence over the rest of Europe that is hard to overstate.

The Caliphate commanded state-of-the-art navy and land forces, but it also had a university, established two centuries ahead of the University of Bologna, which today is believed to be the oldest in Europe. Christian Europeans were allowed to enroll at the university side by side with Muslims.

It was the Muslims of Cordoba that introduced Europe to Aristotle, Ptolemy, astronomy, algebra, chemistry, open seas navigation, and numerical digits as we know them. Words like "algebra," "tariff," "zenith," "nadir," "azimuth," "admiral," "arsenal," "magazine", etc. originate from Arabic, and were incorporated into European languages along with what they stand for. The checkbook, the astrolabe, the fountain pen; soap and shampoo, alcohol, perfumes, anesthesia and medical science, surgical instruments from the syringe to the surgical suture: all were gifts from Europe's interaction with Muslims.

The Muslim world used to be several centuries ahead of Europe in terms of science and technology. Does it seem all that improbable that Muslims could sail far to the West and reach the New World ahead of Columbus?

The late Italian journalist Oriana Fallaci published a controversial book attacking Muslims in 2001, where she claimed Muslims had given the world nothing save for a few nice looking mosques.

That is an outlook shared by many. And the widespread reaction to President Erdogan's statement in the West has largely been fuelled by its sense of total superiority over the "uncivilized," "haughty," "belligerent," "backward," and predominantly Muslim East.

But history may be different from how the West sees it in retrospect, and many of the confusions will come to be resolved in the future. So maybe we shouldn't write off the Turkish leader's claims as nothing more than wishful thinking?

Courtesy: *Russia Today*

منبر و محراب

آگے پھر اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۭ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝﴾ (النساء:144)

"اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو۔"

یعنی کفار سے ایسی تعلقات زیبا نہیں۔ کیا یہ کام کر کے تم اللہ کے عذاب کے مستحق بننا چاہتے ہو۔ سچے مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستی کر کے تم سیدھا اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو۔ یاد رکھو:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ۝﴾ (النساء:145)

"بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔ اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔"

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۭ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝﴾ (النساء:146)

"ہاں جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرماں بردار ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور اللہ عنقریب مومنوں کو ثواب دے گا۔"

یہ ہیں منافقین کے رویے جو سورۃ النساء کی روشنی میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ یہ نفاق اور منافقت کے رویے ہیں۔ یہ ہمارے لئے آئینہ ہے جس میں ہم اپنا جائزہ لے کہ خود ہم کس راستے پر ایمان جا رہے ہیں۔ ایمان کے یا منافقت کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانی شاہراہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور نفاق سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

کے دو فکر انگیز خطابات پر مشتمل کتابچہ

توبہ کی عظمت اور تاثیر

اور موجودہ حالات میں کرنے کا اصل کام

اشاعتِ خاص: 65 روپے　　اشاعتِ عام: 35 روپے